(اردو میں)

مختصر الکلام فی احکام الصیام

الشیخ ابو بکر حامد الحمّادی

ترجمہ: ابو محمد نظام الدین

nezamhindy@gmail.com

t.me/dawatusalafiyyahurdu

visit: ahsanqawl.com for lessons

(اردو میں)

مختصر الکلام

فی احکام الصیام

الشیخ ابو بکر حامد الحمّادی

ترجمہ: ابو محمد نظام الدین
nezamhindy@gmail.com

فہرست محتویات

مقدمہ.. ۴
رمضان سے پہلے.. ۶
رمضان کے روزوں کے فضائل.. ۱۰
رمضان کے شروع ہونے سے پہلے کے احکام................................. ۱۳
صیام کا معنیٰ.. ۱۵
رمضان کے روزوں کا شرعی حکم.. ۱۵
روزوں کے شروط.. ۱۸
روزوں کے ارکان.. ۲۸
جو دن کے حصے میں مکلف بن جائے وہ باقی کا دن روزہ رکھے گا اور روزہ قضا نہیں کرے گا. ۲۹
ماہ رمضان شروع اور ختم کیسے ہوتا ہے..................................... ۳۱
ایک عادل شخص کی گواہی رمضان کے لئے کافی ہے لیکن شوال کے لئے دو عادل لوگوں کی گواہی ضروری ہے ورنہ گنتی کو پورا کیا جائے گا.......................... ۳۳
لوگوں کو چھوڑ کر کوئی روزہ نہیں رکھے گا اور نہ ہی عید منائے گا.............. ۳۵
روزے کی نیت کرنا فرض ہے اور وہ روزے سے پہلے کی جائے گی.............. ۳۶
اپنی عقل یا شعور کھو دینے والے کا روزہ.. ۳۸
جسے چاند کی خبر نہ ہوئی مگر دن میں وہ دن کے باقی حصے میں روزہ رکھے گا.......... ۴۴

روزہ طلوعِ فجر سے شروع ہوتا ہے.......................... ۴۶
سورج کی گولائی غائب ہونے پر روزہ ختم ہوتا ہے اور افق پر سرخی سے کوئی حرج نہیں... ۴۸
مفطراتِ صیام: ان باتوں سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے.................. ۵۰
ان باتوں سے روزے دار کا روزہ نہیں ٹوٹتا...................... ۶۸
بھول، لاعلمی اور زبردستی کی وجہ سے جو مفطرات میں سے کسی مفطر میں پڑ جائے تو یہ اس کے روزے پر کوئی اثر نہیں کرتی.......................... ۷۳
غیر دائمی عذر کے لئے روزے سے معذور لوگوں کے احکام.............. ۷۸
دائمی عذر کے لئے روزے سے معذور لوگوں کے احکام.................. ۸۹
جس کا قضا روزہ باقی تھا اور اس کی وفات ہو گئی.................... ۹۲
جو بلا عذر رمضان میں روزے چھوڑے یا توڑے..................... ۹۵
کفارہ کے احکام.. ۹۸
افطار کے بعض مسائل...................................... ۱۰۴
سحری کے مسائل.. ۱۰۷
روزوں میں وصال پر حکم.................................... ۱۱۰

بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ

مقدمہ

تمام قسم کی تعریف اللہ الملک العلام کے لئے ہیں، جو بڑا بخشنے اور انعام کرنے والا ہے، جود و اکرام والا ہے، جس نے مخلوقات کے لئے طرح طرح کی عبادات کو بنایا تاکہ عبادت کے حق کو ادا کرنے والے عابد بندے دوسروں سے متمیز ہو جائیں اور نافرمان پہ مذمت ثابت آئے۔

اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے اپنے بندوں پر جملہ احسانات میں سے ایک ماہِ رمضان ہے جس میں قران نازل ہوا۔ اس میں جنتوں کے دروازے کھولے جاتے ہیں، اور اس میں جہنم کے دروازے بند کئے جاتے ہیں، اور اس میں شیطان قید کئے جاتے ہیں۔ نیز اللہ تعالیٰ نے روزہ داروں کو بابِ ریان عنایت فرمایا ہے۔ بس جس نے اتنے عظیم احسانات کئے ہیں اسی کے لئے تعریف ہے اور عظیم نعمتوں کے لئے اس کا شکر ہے۔

اما بعد:

آپ کے سامنے اے قاری اکرام، یہ روزوں کے احکام کے بارے میں مختصر اور مفید کتاب ہے۔ اس میں میں نے مسائل کو بے وجہ لمبانہ کرے اختصار کے ساتھ رکھنے کی پوری کوشش کی ہے تاکہ جو لمبی کتابوں کو پڑھنے کی ہمت نہیں رکھتے یا جن کے پاس وقت نہیں وہ بھی فائدہ اٹھا سکیں، اور اس میں میں نے آسان الفاظ استعمال کئے ہیں اور اختلافی مسائل پر بحث نہیں کیا ہے مگر بہت ہی تھوڑا اور مسائل کا دلیل کے ساتھ ذکر کرنے کی پوری کوشش کی ہے تاکہ پڑھنے والا مطمئن ہو۔ میں نے اسے: "مختصر الکلام فی احکام الصیام" نام دیا ہے. پس میں اللہ عزوجل سے دعا کرتا ہوں کہ وہ اس کے ذریعے اپنے مخلوقات میں سے جسے چاہے اسے نفع دے اور اس کا اجر و ثواب میرے لئے لکھ دے یقیناوہ جواد کریم ہے۔

رمضان سے پہلے

رمضان کا استقبال جن باتوں سے کیا جانا چاہیے

۱) نیکیوں کو کم کرنے والے اعمال کو چھوڑ دینا چاہئے جیسے کہ: ظلم

مسلم (۲۵۸۱) نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے کہا: ”کیا تم جانتے ہو کہ مفلس کون ہے؟ صحابہ نے کہا: ہمارے نزدیک مفلس وہ شخص ہے جس کے پاس نہ درہم ہو، نہ کوئی سازوسامان۔ آپ نے فرمایا: میری امت کا مفلس وہ شخص ہے جو قیامت کے دن نماز، روزہ اور زکوٰۃ لے کر آئے گا اور اس طرح آئے گا کہ (دنیا میں) کسی کو گالی دی ہوگی، کسی پر بہتان لگایا ہوگا، کسی کا مال کھایا ہوگا، کسی کا خون بہایا ہوگا اور کسی کو مارا ہوگا، تو اس کی نیکیوں میں سے اس کو بھی دیا جائے گا اور اس کو بھی دیا جائے گا اور اگر اس پر جو ذمہ ہے اس کی ادائیگی سے پہلے اس کی ساری نیکیاں ختم ہو جائیں گی تو ان کے گناہوں کو لے کر اس پر ڈالا جائے گا، پھر اس کو جہنم میں پھینک دیا جائے گا“۔

بخاری (۲۴۴۹) نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ”اگر کسی شخص کا ظلم کسی دوسرے کی عزت پر ہو یا کسی طریقہ (سے ظلم کیا ہو) تو آج ہی،

اس دن کے آنے سے پہلے معاف کرا لے جس دن نہ دینار ہوں گے، نہ درہم، بلکہ اگر اس کا کوئی نیک عمل ہو گا تو اس کے ظلم کے بدلے میں وہی لے لیا جائے گا اور اگر کوئی نیک عمل اس کے پاس نہیں ہو گا تو اس کے (مظلوم) ساتھی کی برائیاں اس پر ڈال دی جائیں گی"۔

۲) کبیرہ گناہوں کو چھوڑ دینا چاہیئے کیوں کہ ان کو چھوڑے بغیر رمضان (کے روزوں) سے صغیرہ گناہیں معاف نہیں ہوتیں

مسلم (۲۳۳) نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے: "جب (انسان) کبیرہ گناہوں سے اجتناب کر رہا ہو تو پانچ نمازیں، ایک جمعہ (دوسرے) جمعہ تک اور ایک رمضان دوسرے رمضان تک، درمیان کے عرصے میں ہونے والے گناہوں کو مٹانے کا سبب ہے"۔

۳) مغفرت کو تاخیر کرنے والے اعمال کو چھوڑ دینا چاہیئے

مسلم (۲۵۶۵) نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "پیر اور جمعرات کے دن جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور ہر اس بندے کی مغفرت کر دی جاتی ہے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بناتا، اس بندے کے سوا جس کی اپنے بھائی کے ساتھ عداوت ہو، چنانچہ کہا جاتا ہے: ان دونوں کو مہلت دو حتیٰ کہ یہ صلح کر

لیں،ان دونوں کو مہلت دو حتیٰ کہ یہ صلح کرلیں۔ان دونوں کو مہلت دو حتیٰ کہ یہ صلح کر لیں"۔

میں کہتاہوں:یہ حدیث خصوصاً رمضان کے روزوں کے بارے میں نہیں ہے لیکن اس بات کا ڈر ہے کہ رمضان کے روزے بھی اس میں شامل ہوں۔

۴) عموماً گناہوں سے توبہ کرنا کیوں کہ یہ ماہِ رمضان میں نیکیوں میں آگے جانے سے روکتے ہیں

اللہ تعالیٰ نے فرمایاہے:

وَذَكِّرْ بِهِۦٓ أَن تُبْسَلَ نَفْسُۢ بِمَا كَسَبَتْ لَيْسَ لَهَا مِن دُونِ ٱللَّهِ وَلِيٌّ وَلَا شَفِيعٌ وَإِن تَعْدِلْ كُلَّ عَدْلٍ لَّا يُؤْخَذْ مِنْهَآ ۗ أُو۟لَٰٓئِكَ ٱلَّذِينَ أُبْسِلُوا۟ بِمَا كَسَبُوا۟ ۖ لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِيمٍ وَعَذَابٌ أَلِيمٌۢ بِمَا كَانُوا۟ يَكْفُرُونَ

"اس قرآن کے ذریعہ سے نصیحت بھی کرتے رہیں تاکہ کوئی شخص اپنے کردار کے سبب (اس طرح) نہ پھنس جائے کہ کوئی غیر اللہ اس کا نہ مددگار ہو اور نہ سفارشی اور یہ کیفیت ہو کہ اگر دنیا بھر کا معاوضہ بھی دے ڈالے تب بھی اس سے نہ لیا جائے۔ایسے ہی ہیں کہ اپنے کردار کے

سبب پھنس گئے، ان کے لئے نہایت تیز گرم پانی پینے کے لئے ہو گا اور دردناک سزا ہو گی اپنے کفر کے سبب" (الانعام ۷۰)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا، جیسا کے (مجموع الفتاوی ۱۴\۴۹) میں ہے:

"اور یہ وہ ہلاکت ہے جو اپنے کئے کرائے کے سبب ہوتی ہے: کہ انسان ان چیزوں سے روک لیا جائے جس میں دونوں جہاں کی نجات ہے۔ چنانچہ گناہیں اس کے کرنے والے کے لئے توحید کے میدان میں آگے بڑھنے اور نیک اعمال کے پھلوں کو حاصل کرنے سے قید اور حبس ہیں"

میں کہتا ہوں: اور اللہ تعالیٰ نے تو فرمایا ہی ہے کہ:

إِنَّ ٱلَّذِينَ تَوَلَّوْاْ مِنكُمْ يَوْمَ ٱلْتَقَى ٱلْجَمْعَانِ إِنَّمَا ٱسْتَزَلَّهُمُ ٱلشَّيْطَٰنُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُواْ ۖ وَلَقَدْ عَفَا ٱللَّهُ عَنْهُمْ ۗ إِنَّ ٱللَّهَ غَفُورٌ حَلِيمٌ

"تم میں سے جن لوگوں نے اس دن پیٹھ دکھائی جس دن دونوں جماعتوں کی مڈ بھیڑ ہوئی تھی یہ لوگ اپنے بعض کرتوتوں کے باعث شیطان کے پھسلانے میں آگئے لیکن یقین جانو کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف کر دیا اللہ تعالیٰ ہے بخشنے والا اور تحمل والا" (آل عمران ۱۵۵)

رمضان کے روزوں کے فضائل

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: إِنَّمَا يُوَفَّى ٱلصَّٰبِرُونَ أَجْرَهُم بِغَيْرِ حِسَابٍ

"صبر کرنے والوں ہی کو ان کا پورا پورا بے شمار اجر دیا جاتا ہے" (الزمر ۱۰)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ "فتح الباری ۴/۱۰۸" میں فرماتے ہیں: "اکثر اقوال کے مطابق صابرون سے مراد صائمون ہیں (یعنی کہ روزے دار)"

بخاری (۳۸) اور مسلم (۷۶۰) نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا" جس نے رمضان کے روزے ایمان اور خالص نیت کے ساتھ رکھے اس کے پچھلے گناہ بخش دیئے گئے"۔

اور مسلم (۱۱۶۴) نے ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے حدیث سنائی، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جس نے رمضان کے روزے رکھے۔ پھر اس کے بعد شوال کے چھ روزے رکھے تو یہ (پورا سال) مسلسل روزے رکھنے کی طرح ہے"۔

اور بخاری (۱۹۰۴) اور مسلم (۱۱۵۱) نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: "اللہ فرماتا ہے کہ انسان کا ہر نیک عمل خود اسی کے لیے ہے مگر روزہ کہ وہ خاص میرے لئے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دونگا اور روزہ گناہوں کی ایک ڈھال ہے، اگر کوئی روزے سے ہو تو اسے فحش گوئی نہیں کرنی چاہئے اور نہ شور مچانا چاہئے، اگر کوئی شخص اس کو گالی دے یا لڑنا چاہے تو اس کا جواب صرف یہ ہو کہ میں ایک روزہ دار آدمی ہوں، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے! روزہ دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے نزدیک قیامت کے روز مشک کی خوشبو سے بھی زیادہ بہتر ہے"۔

اور بخاری (۱۸۹۶) اور مسلم (۱۱۵۲) نے سھل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا، "جنت کا ایک دروازہ ہے جسے ریان کہتے ہیں قیامت کے دن اس دروازہ سے صرف روزہ دار ہی جنت میں داخل ہوں گے، ان کے سوا اور کوئی اس میں سے نہیں داخل ہو گا، پکارا جائے گا کہ روزہ دار کہاں ہیں؟ وہ کھڑے ہو جائیں گے ان کے سوا اس سے اور کوئی نہیں اندر جا پائے گا اور جب یہ لوگ اندر چلے جائیں گے تو یہ دروازہ بند کر دیا جائے گا پھر اس سے کوئی اندر نہ جا سکے گا"۔

میں کہتا ہوں: یہ اور اس سے پہلے والی حدیث میں رمضان کے روزوں کے ساتھ ساتھ اس کے علاوہ عام روزے بھی داخل ہیں. روزوں کی فضیلتیں بہت ساری ہے اور جن کا بیان آچکا وہ (دلیلیں) کافی ہیں.

رمضان کے شروع ہونے سے پہلے کے احکام

۱)رمضان آنے سے پہلے پچھلے رمضان کے چھوڑے ہوئے روزوں کو پورا کرنا

امام بخاری(۱۹۵۰)اور مسلم(۱۱۴۶)نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا:"رمضان کا روزہ مجھ سے چھوٹ جاتا۔شعبان سے پہلے اس کی قضاء نہیں کر پاتی تھی"۔

میں کہتا ہوں:اگر بغیر کسی عذر کے روزوں کی قضاء ادا کرنے میں اتنی دیر ہوئی کہ دوبارہ رمضان آگیا تو قضاء کی ادائیگی کرنے کے ساتھ ساتھ کفارہ بھی دینا ضروری ہے۔

علامہ الطحاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جیسا کہ "مختصر اختلاف العلماء"(۱/۲۵۴)میں ہے کہ:(اختصار کے ساتھ)"ابن ابی عمران کہا کرتے تھے کہ انہوں نے یحییٰ بن اکثم کو کہتے ہوئے سنا:میں نے اس معاملے میں کھانا کھلانا واجب ہونے والے قول کو چھ صحابہ سے پایا اور ان کے خلاف کسی بھی صحابی کا قول نہیں پایا.اھ"

میں کہتا ہوں:یہ جمہور علماء کا مذہب ہے اور اس کے بارے میں کفارہ کے باب میں مزید ذکر آئے گا ان شاء اللہ۔

۲) رمضان سے ایک یا دو دن پہلے روزہ نہیں رکھنا ہے سوائے اس روزے کے جو عادت کے مطابق ہو یا واجب ہو

بخاری (۱۹۱۴) اور مسلم (۱۰۸۲) نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ: ”تم میں سے کوئی شخص رمضان سے پہلے (شعبان کی آخری تاریخوں میں) ایک یا دو دن کے روزے نہ رکھے البتہ اگر کسی کو ان میں روزے رکھنے کی عادت ہو تو وہ اس دن بھی روزہ رکھ لے۔“

صیام کا معنیٰ

لغوی معنی: امساک یعنی کہ رکنا، باز رہنا۔

شرعی معنی: طلوعِ فجر سے سورج کے غروب ہونے تک عبادت کی نیت سے کھانے پینے سے رکنا۔

رمضان کے روزوں کا شرعی حکم

رمضان کے روزے کتاب وسنت اور اجماع کے دلائل کے تحت فرض عین ہیں۔

کتاب (قرآن) کے دلائل:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ كُتِبَ عَلَيْكُمُ ٱلصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى ٱلَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُون

"اے ایمان والو! تم پر روزے رکھنا فرض کیا گیا جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے، تا کہ تم تقویٰ اختیار کرو" (البقرۃ ۱۸۳)

شَهۡرُ رَمَضَانَ ٱلَّذِيٓ أُنزِلَ فِيهِ ٱلۡقُرۡءَانُ هُدٗى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنَٰتٖ مِّنَ ٱلۡهُدَىٰ وَٱلۡفُرۡقَانِۚ فَمَن شَهِدَ مِنكُمُ ٱلشَّهۡرَ فَلۡيَصُمۡهُۖ

"ماہ رمضان وہ ہے جس میں قرآن اتارا گیا جو لوگوں کو ہدایت کرنے والا ہے اور جس میں ہدایت کی اور حق وباطل کی تمیز کی نشانیاں ہیں، تم میں سے جو شخص اس مہینہ کو پائے اسے روزہ رکھنا چاہئے" (البقرۃ ۱۸۵)

سنت کے دلائل:

بخاری (٨) اور مسلم (١٦) نے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے کہا: "اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر قائم کی گئی ہے۔ اول گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور بیشک محمد ﷺ اللہ کے سچے رسول ہیں اور نماز قائم کرنا اور زکوٰۃ ادا کرنا اور حج کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا"۔ امام بخاری نے اسی الفاظ سے حدیث کو لائے ہیں۔

اور اجماع:

علماء کا رمضان کے روزے کی فرضیت پر اجماع ہے۔

روزوں کے شروط

روزوں کی شروط چار قسم کی ہیں:

پہلی قسم: روزوں کے واجب ہونے کے شروط

(یعنی ان شروط کے مکمل ہونے پر رمضان کے روزے واجب ہو جاتے ہیں)

١) بلوغ

شرطِ بلوغ کے تحت غیر بالغ کا شمار نہیں ہوتا اور اس پر روزے رکھنا واجب نہیں ہے اس کی دلیل حدیث ہے جس کو امام احمد (٢٣٩٦٢، ٢٣٥٦٢، ٢٣٥٥٣) اور ابو داؤد (٣٨٢٢) اور نسائی (٣٣٧٨) اور ابن ماجہ (٢٠٣١) نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: "تین شخصوں سے قلم اٹھالیا گیا ہے، سوئے ہوئے شخص سے یہاں تک کہ وہ بیدار ہو جائے، دیوانہ سے یہاں تک کہ اسے عقل آ جائے، اور بچہ سے یہاں تک کہ وہ بالغ ہو جائے۔"

اور احمد (۱۲۹۲،۱۲۹۰،۱۲۵۸،۱۱۲۲،۹۱۰،۸۹۶) اور ابو داؤد (۳۸۲۵،۳۸۲۴،۳۸۲۳) اور ترمذی (۱۳۴۳) نے علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے روایت کیا: "قلم تین آدمیوں سے اٹھالیا گیا ہے: سوئے ہوئے شخص سے یہاں تک کہ وہ بیدار ہو جائے، بچے سے یہاں تک کہ وہ بالغ ہو جائے، اور دیوانے سے یہاں تک کہ اسے عقل آ جائے۔"

میں کہتا ہوں: یہ حدیث سارے طرق (جمع اسناد) اور شواہد سے صحیح ثابت ہوتی ہیں۔

۲) قدرت

قدرت شرط ہونے کی وجہ سے ان لوگوں پر روزے رکھنا واجب نہیں جو اس سے عاجز ہیں جیسے کہ بوڑھے مرد اور بوڑھی عورتیں اور ایسے بیمار لوگ جن کی صحت واپس آنے کی امید نہیں ہے۔ ان پر روزے واجب نہیں ہیں کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے کہا:

لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا ۖ

"ہم کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے۔" (الانعام ۱۵۲) (الاعراف ۴۲) (المؤمنون ۶۲) اور اللہ تعالیٰ نے کہا:

فَٱتَّقُواْ ٱللَّهَ مَا ٱسْتَطَعْتُمْ

”پس جہاں تک تم سے ہو سکے اللہ سے ڈرتے رہو“ (التغابن ۱۶) اور اسی طرح دوسری آیتیں۔

امام بخاری (۷۲۸۸) اور مسلم (۱۳۳۷) نے ابوہریرہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا کہ انہوں نے کہا: ”جب تک میں تم سے یکسو رہوں تم بھی مجھے چھوڑ دو (اور سوالات وغیرہ نہ کرو) کیونکہ تم سے پہلے کی امتیں اپنے (غیر ضروری) سوال اور انبیاء کے سامنے اختلاف کی وجہ سے تباہ ہو گئیں۔ پس جب میں تمہیں کسی چیز سے روکوں تو تم بھی اس سے رک جاؤ اور جب میں تمہیں کسی بات کا حکم دوں تو بجالاؤ جس حد تک تم میں طاقت ہو“۔

دوسری قسم: روزوں کی ادائیگی واجب ہونے کی شروط

۱) اقامت

شرطِ اقامت کے تحت وہ لوگ روزوں کے حکم میں شمار نہیں جو سفر پر ہیں چنانچہ مسافر پر (رمضان کے) روزوں کی ادائیگی واجب نہیں ہے اور اس کی دلیل: اللہ تعالیٰ کا فرمان:

فَمَن كَانَ مِنكُم مَّرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ

"لیکن تم میں سے جو شخص بیمار ہو یا سفر میں ہو تو وہ اور دنوں میں گنتی کو پورا کر لے "(البقرة ۱۸۴)اور ان کا فرمان:

وَمَن كَانَ مَرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ ۗ

"ہاں جو بیمار ہو یا مسافر ہو اسے دوسرے دنوں میں یہ گنتی پوری کرنی چاہیئے "(البقرة۱۸۵)

۲)صحت

اس کے تحت وہ لوگ روزوں کے حکم میں نہیں جو بیمار ہیں. تو بیمار لوگوں پر اس کی ادائیگی واجب نہیں ہے اور اس بات کی دلیل سابقہ دو آیتوں میں موجود ہے۔

تیسری قسم: روزے درست ہونے کی شروط

۱)نیت

بغیر نیت کے روزے صحیح اور درست نہیں ہوتے اور اس کی دلیل: بخاری (۱) اور مسلم (۱۹۰۷) نے عمر بن خطاب رضي اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے اللہ کے رسول ﷺ کو کہتے ہوئے سنا کہ: ”تمام اعمال کا دارومدار نیت پر ہے اور ہر عمل کا نتیجہ ہر انسان کو اس کی نیت کے مطابق ہی ملے گا۔“

۲) تمیز

یہ اس لئے کہ روزہ عبادت اور اللہ سے قریب ہونے کا ذریعہ ہے اور اس کے لئے خاص نیت کی ضرورت ہے اور بغیر نیت کے تمیز کی اس بات کا حصول تصور نہیں۔

(جیسے کہ فرض روزے اور نفل روزے کے درمیان نیت میں تمیز)

۳) حیض اور نفاس سے پاکی

حائضہ اور نفاس والی عورتوں کا روزہ صحیح نہیں ہے اور اس بات کی طرف دلالت کرتی ہے یہ حدیث جسے بخاری (۳۰۴) نے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ عید الاضحی یا عید الفطر میں عید گاہ تشریف لے گئے۔ وہاں آپ ﷺ عورتوں کے پاس سے گزرے اور فرمایا اے عورتوں کی جماعت! صدقہ کرو، کیونکہ میں نے جہنم میں زیادہ

تم ہی کو دیکھا ہے۔ انہوں نے کہا یا رسول اللہ! ایسا کیوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم لعن طعن بہت کرتی ہو اور شوہر کی ناشکری کرتی ہو، باوجود عقل اور دین میں ناقص ہونے کے میں نے تم سے زیادہ کسی کو بھی ایک عقلمند اور تجربہ کار آدمی کو دیوانہ بنا دینے والا نہیں دیکھا۔ عورتوں نے عرض کی کہ ہمارے دین اور ہماری عقل میں نقصان کیا ہے یا رسول اللہ؟ آپ ﷺ نے فرمایا کیا عورت کی گواہی مرد کی گواہی سے نصف نہیں ہے؟ انہوں نے کہا، جی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا بس یہی اس کے عقل کا نقصان ہے۔ پھر آپ نے پوچھا کیا ایسا نہیں ہے کہ جب عورت حائضہ ہو تو نہ نماز پڑھ سکتی ہے نہ روزہ رکھ سکتی ہے، عورتوں نے کہا ایسا ہی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ "یہی اس کے دین کا نقصان (کمی) ہے"۔

چوتھی قسم: روزوں کے واجب ہونے کے ساتھ ساتھ درست ہونے کے شروط

۱) اسلام

اسلام شرط ہونے کی وجہ سے کافر پر روزے رکھنا فرض نہیں اور نہ ہی اس سے روزہ قبول کیا جائے گا اور کافر پر روزے رکھنا واجب نہیں سے مراد یہ ہے کہ اس کا اسلام لانے سے پہلے اس سے روزوں کا مطالبہ نہیں۔ اگر وہ رکھ بھی لے تو اس سے قبول نہیں کیا جائے گا اور آخرت

میں اس کو روزے نہ رکھنے کی وجہ سے عذاب ہو گا. روزے رکھنا مسلمانوں پر واجب ہے دلیل اللہ کا فرمان:

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ كُتِبَ عَلَيْكُمُ ٱلصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى ٱلَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ

"اے ایمان والو! تم پر روزے رکھنا فرض کیا گیا جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے، تاکہ تم تقویٰ اختیار کرو" (البقرہ ۱۸۳)

اور کافر کا روزہ یا دوسری عبادات نہیں ہوتی اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا فرمان:

وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ ۚ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ

"جو شخص اسلام کے سوا اور دین تلاش کرے اس کا دین قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں نقصان پانے والوں میں ہو گا"۔ (آل عمران ۸۵)

اور فرمایا: وَ قَدِمْنَآ اِلٰی مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا

"اور انہوں نے جو جو اعمال کیے تھے ہم نے ان کی طرف بڑھ کر انہیں پراگندہ ذروں کی طرح کر دیا۔" (الفرقان ۲۳)

اور فرمایا: وَ مَا مَنَعَهُمْ اَنْ تُقْبَلَ مِنْهُمْ نَفَقٰتُهُمْ اِلَّآ اَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَ بِرَسُوْلِهٖ

"کوئی سبب ان کے خرچ کی قبلیت کے نہ ہونے کا اس کے سوا نہیں کہ یہ اللہ اور اس کے رسول کے منکر ہیں" (التوبۃ ۵۴)

تو جب ان کے صدقات جس کا نفع دوسروں کو بھی ہوتا ہے اس کا یہ حال ہے تو روزے تو زیادہ قریب ہے کہ وہ ان سے قبول نہ ہوں گے۔

۲) عقل

اس شرط کے تحت ان لوگوں کا اس حکم میں شمار نہیں ہوتا جنہوں نے عقل کھودی یا پاگل ہو گئے ایسے لوگوں پر روزے فرض نہیں اور نہ ہی ان کا روزہ ہوتا ہے۔ اور اس کی دلیل علی رضی اللہ عنہ والی حدیث ہے جس کا ذکر شرط بلوغ میں آچکا ہے۔

۳) وقت

رمضان کے روزے رکھنا صرف رمضان کے مہینے میں ہی فرض ہے جیسا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۸۳﴾ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ؕ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ؕ وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ ؕ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ ؕ وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۴﴾ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْۤ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ ۚ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ؕ

"اے ایمان والو! تم پر روزے رکھنا فرض کیا گیا جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے تاکہ تم تقویٰ اختیار کرو۔ گنتی کے چند ہی دن ہیں لیکن تم میں سے جو شخص بیمار ہو یا سفر میں ہو تو وہ اور دنوں میں گنتی کو پورا کرلے اور اس کی طاقت رکھنے والے فدیہ میں ایک مسکین کو کھانا دیں پھر جو شخص نیکی میں سبقت کرے وہ اسی کے لئے بہتر ہے لیکن تمہارے حق میں بہتر کام روزے رکھنا ہی ہے اگر تم باعلم ہو۔ ماہ رمضان وہ ہے جس میں قرآن اتارا گیا جو لوگوں کو ہدایت کرنے والا ہے اور جس میں ہدایت کی حق و باطل کی تمیز کی نشانیاں ہیں تم میں سے جو شخص اس مہینے کو پائے اُسے روزہ رکھنا چاہیئے" (البقرۃ ۱۸۳ - ۱۸۵)

تو غیر رمضان میں رمضان کے روزے ادا نہیں کئے جاسکتے کیوں کہ بخاری (۲۶۹۷) اور مسلم (۱۷۱۸) نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ”جس نے ہمارے دین میں از خود کوئی ایسی چیز نکالی جو اس میں نہیں تھی تو وہ رد ہے۔“. اور مسلم نے ان الفاظ سے حدیث کو ذکر کیا ہے: ”جس نے ایسا عمل کیا، جو ہمارے دین کے مطابق نہیں تو وہ مردود ہے۔“

چنانچہ رمضان کے روزے (بغیر عذر کے) غیر رمضان میں رکھنا اللہ اور اس کے رسول کے دین کے مطابق نہیں۔

روزوں کے ارکان

صحیح قول کے مطابق روزے کا صرف ایک ہی رکن ہے اور وہ طلوعِ فجر سے لے کر سورج کے غروب تک کھانے پینے سے باز رہنا ہے۔

کیا نیت روزے کے ارکان میں سے ہے یا شروط میں سے ؟ اس مسئلے میں علماء کا اختلاف ہے اور جو مجھے لگتا ہے کہ وہ شروط میں سے ہے کیونکہ نیت عبادت کے شروع کرنے سے پہلے کرنی ہوتی ہے اور یہ ہی حنفی اور حنبلی مذہب میں ہے اور مالکیوں کے یہاں روزے کے دو رکن ہیں۔ نیت اور امساک (کھانے پینے کو چھوڑنا)۔

جو دن کے حصے میں مکلف بن جائے وہ باقی کا دن روزہ رکھے گا اور روزہ قضا نہیں کرے گا

جیسے کہ مجنون کی اگر عقل لوٹ آئے اور بچہ اگر بالغ ہو جائے اور عاجز کی قدرت لوٹ آئے۔ دلیل بخاری (۱۹۶۰) اور مسلم (۱۱۳۶) نے الربیع بنت معوذ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا "عاشورہ کی صبح نبی کریم ﷺ نے انصار کے محلوں میں کہلا بھیجا کہ صبح جس نے کھا پی لیا ہو وہ دن کا باقی حصہ (روزہ دار کی طرح) پورے کرے اور جس نے کچھ کھایا پیا نہ ہو وہ روزے سے رہے"۔ کہا کہ "پھر بعد میں بھی (رمضان کے روزے کی فرضیت کے بعد) ہم اس دن روزہ رکھتے اور اپنے بچوں سے بھی رکھواتے تھے۔ انہیں ہم ان کا ایک کھلونا دے کر بہلائے رکھتے۔ جب کوئی کھانے کے لیے روتا تو وہی دے دیتے، یہاں تک کہ افطار کا وقت آجاتا"۔

میں کہتا ہوں: عاشوراء کا روزہ رمضان کی فرضیت سے پہلے واجب تھا اور جن لوگوں نے عاشوراء کے دن کھایا پیا انہیں باقی دن کا روزہ رکھنے کا حکم دیا گیا۔ وہ اس لئے کہ انسان علم آنے کے بعد ہی مکلف ہوتا ہے اور اسی لئے آپ ﷺ نے انہیں باقی دن روزہ رکھنے کا حکم دیا اور اس دن کا

روزہ قضا کرنا ان پر واجب نہیں کیا چنانچہ اس حکم میں وہ لوگ بھی شامل ہوتے ہیں جو دن کے حصے میں مکلف ہو جائیں جیسے کہ اگر مجنون ٹھیک ہو جائے یا بچہ بالغ ہو جائے یا عاجز کی قدرت لوٹ آئے۔

ماہ رمضان شروع اور ختم کیسے ہوتا ہے

میں کہتا ہوں: رمضان رؤیت ھلال کے ذریعے ہوتا ہے (یعنی نیا چاند کے دکھنے پر) اور چاند نہ دکھنے پر تیس دن کی گنتی کو پوری کرنا ضروری ہے۔ اس کی دلیل امام بخاری (۱۹۰۶) اور مسلم (۱۰۸۰) نے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے رمضان کا ذکر کیا اور کہا: "جب تک چاند نہ دیکھو روزہ شروع نہ کرو، اسی طرح جب تک چاند نہ دیکھ لو روزہ موقوف نہ کرو اور اگر بادل چھا جائے تو اندازہ لگالو (تیس دن پورے کرلو)"

اور نسائی (۲۱۲۹) نے سفیان سے اور انہوں نے منصور سے اور انہوں نے ربعی سے اور انہوں نے بعض صحابہ کرام سے روایت کیا کہ انہوں نے کہا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: "تم رمضان کے مہینے پر سبقت نہ کرو یہاں تک کہ شعبان کی گنتی پوری کرلو، یا رمضان کا چاند دیکھ لو پھر روزہ رکھو، اور نہ روزہ بند کرو یہاں تک کہ تم عید الفطر کا چاند دیکھ لو، یا رمضان کے تیس (دن) کی گنتی پوری کرلو"۔

میں کہتا ہوں: یہ حدیث صحیح ہے۔

اور احمد (۲۵۲۰۲) نے اور اسی سند سے ابو داؤد (۲۳۲۵) نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ وہ کہتی ہیں: "رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ماہ شعبان کی تاریخوں کا جتنا خیال رکھتے کسی اور مہینے کی تاریخوں کا اتنا خیال نہ فرماتے، پھر رمضان کا چاند دیکھ کر روزے رکھتے، اگر وہ آپ پر مشتبہ ہو جاتا تو تیس دن پورے کرتے، پھر روزے رکھتے"۔

میں کہتا ہوں: یہ حدیث صحیح ہے

اور اگر کسی ملک کے لوگوں نے چاند دیکھ لیا تو سارے ملک کے لوگوں پر نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے عمومی قول کے تحت روزے رکھنا واجب ہوتا ہے۔

نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: "چاند دیکھ کر روزے شروع کرو اور چاند دیکھ کر روزہ موقوف کرو". اس حدیث کو بخاری (۱۹۰۹) اور مسلم (۱۰۸۱) نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ یہ قول جمہور علماء کے نزدیک راجح ہے لیکن یہ مسلمانوں کے حکام کے یہاں معمول نہیں۔ تو ایسی صورت میں لوگوں کو اپنے ملک کے حاکم کے ساتھ روزے کو شروع کرنا چاہیئے تاکہ کوئی بھی اپنے ملک کے لوگوں سے علیحدہ ہو کر روزے اور عید نہ کرے کیوں کہ رمضان کے روزے مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ ہی رکھا جاتا ہے۔

ایک عادل شخص کی گواہی رمضان کے لئے کافی ہے لیکن شوال کے لئے دو عادل لوگوں کی گواہی ضروری ہے ورنہ گنتی کو پورا کیا جائے گا

ماہِ رمضان کے لئے ایک عادل انسان کی گواہی کافی ہے اس کی دلیل وہ حدیث ہے جسے ابو داؤد (۲۳۴۲) نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ انہوں نے کہا: "لوگوں نے چاند دیکھنے کی کوشش کی (لیکن انہیں نظر نہ آیا) اور میں نے رسول اللہ ﷺ کو خبر دی کہ میں نے اسے دیکھا ہے، چنانچہ آپ ﷺ نے خود بھی روزہ رکھا اور لوگوں کو بھی روزہ رکھنے کا حکم فرمایا۔"

میں کہتا ہوں: یہ حدیث حسن ہے۔

لیکن شوال کے چاند کے بارے میں احمد (۱۸۸۴۴) اور ابو داؤد (۲۳۳۹) نے ایک صحابی سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا: "رمضان کے آخری دن لوگوں میں (چاند کی رؤیت پر) اختلاف ہو گیا، تو دو اعرابی آئے اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے اللہ کی قسم کھا کر گواہی دی کہ انہوں نے کل شام میں چاند دیکھا ہے، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو افطار کرنے کا حکم دیا۔"

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب (جامع الترمذی ۷۴/۳) میں کہا: "اہل علم نے اس بات سے اختلاف نہیں کیا کہ عید کے لئے دو لوگوں سے کم کی گواہی نہیں مانی جائے گی"۔

علامہ ابن ہبیرہ رحمۃ اللہ علیہ نے (اختلاف الائمہ العلماء ۲۴۲/۱) میں فرمایا: "اور وہ لوگ اس بات پر جمع ہوئے کہ شوال کے چاند کے لئے دو لوگوں سے کم کی گواہی نہیں مانی جائے گی"۔

اور علامہ ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ نے (التمہید ۳۵۴/۱۴) میں کہا: "رؤیت ھلال کی شہادت کے بارے میں علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ شوال کے مہینے کی گواہی میں دو عادل لوگوں کی گواہی کے نیچے کچھ قبول نہیں کیا جائے گا"۔

میں کہتا ہوں: اس بات میں اجماع ثابت نہیں اور یہ صرف اکثر علماء کا نظریہ ہے۔

علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے (مجموع ۲۸۱/۶) میں فرمایا: "یہ ہمارا مذہب ہے اور سارے علماء نے اسی بات کو کہا ہے سوائے ابو ثور کے۔ ہمارے لوگوں نے ان کے بارے میں یہ کہا کہ وہ شوال کی گواہی میں رمضان کی طرح ایک عادل شخص کی گواہی کو قبول کرتے ہیں اور ابن المنذر نے ابو ثور کے ساتھ ساتھ اہل حدیث کی ایک جماعت سے بھی اس قول کو نقل کیا ہے.
امامِ حرمین نے کہا کہ: صاحب کتاب (التقریب) نے کہا: 'اگر میں ابو ثور کی بات کو کہوں تو (صحیح قول سے) دور نہیں ہو گا" اھ

لوگوں کو چھوڑ کر کوئی روزہ نہیں رکھے گا اور نہ ہی عید منائے گا

اس کی دلیل وہ حدیث ہے جسے امام ترمذی (٦٩٧) نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "صیام کا دن وہی ہے جس دن تم سب روزہ رکھتے ہو اور افطار کا دن وہی ہے جب سب عید الفطر مناتے ہو اور اضحیٰ کا دن وہی ہے جب سب عید مناتے ہو"

میں کہتا ہوں: اس کی اسناد حسن ہے۔

ترمذی نے فرمایا: "بعض اہل علم نے اس حدیث کی تفسیر میں کہا ہے: اس سے صرف یہ معنی نکلتا ہے کہ: روزہ اور عید (مسلمانوں کی) جماعت اور لوگوں کی اکثریت کے ساتھ ہی ہونگے".

اھ

روزے کی نیت کرنا فرض ہے اور وہ روزے سے پہلے کی جائے گی

اس کی دلیل بخاری (١) اور مسلم (١٩٠٧) رحمہا اللہ نے عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے اللہ کے رسول ﷺ کو کہتے ہوئے سنا: "تمام اعمال کا دارومدار نیت پر ہے اور ہر عمل کا نتیجہ ہر انسان کو اس کی نیت کے مطابق ہی ملے گا"۔

اور علماء کرام کا روزے میں نیت کی فرضیت پر اجماع ہے۔

علامہ ابن قدامہ رحمۃ اللہ علیہ (المغنی ٦/٤٦) میں فرماتے ہیں کہ: "نیت کا معنی قصد ہے اور یہ کسی کام کو کرنے پر دل کا اعتقاد اور بغیر جھجک پختہ عزم ہونے کو کہتے ہیں. تو اگر رات میں اس کے دل میں یہ ارادہ ہوا کہ کل سے رمضان ہے اور وہ اس کے روزے رکھے گا تو اس کی نیت ہو چکی"۔

اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جیسے کہ (مجموع الفتاوی ٢١٧/٢٢) میں ہے: "آئمہ مسلمین کا اتفاق ہے کہ تمام عبادات میں نیت کی جگہ دل ہے زبان نہیں چاہے نماز ہو یا طہارت ہو یا زکواۃ ہو یا حج ہو یا روزہ ہو یا غلاموں کو آزاد کرنا ہو یا جہاد ہو یا اس کے علاوہ کوئی بھی

دوسرا کام ہو" اھ اور انہوں نے کہا (۲۳۲ / ۲۲): "بندے کو جب اس بات کا علم ہو جائے کے وہ کیا کرنا چاہتا ہے تو یہ ضروری ہے کہ اس نے اس کی نیت کی ہے نیز اس بات کو عقل سے تصور نہیں کیا جاسکتا کہ کوئی بلانیت کام کرے۔"

اپنی عقل یا شعور کھو دینے والے کا روزہ

میں کہتا ہوں: جہاں نیت روزوں کے شروط میں سے ایک شرط ہے اور کھانے پینے سے امساک روزہ کے ارکان میں سے ایک رکن ہے تو ہم نے چاہا کہ بعض ایسے لوگوں کا ذکر کیا جائے جن کی نیت یا امساک نہ ہونے کی وجہ سے روزہ نہیں ہوتا۔ وہ ہیں:

۱) بے ہوش

میں کہتا ہوں: جس نے رات کو روزے کی نیت کی اور پھر اگلے دن کے پورے حصے میں بے ہوش رہا تو شعور کھو جانے کی وجہ سے اس کی طرف سے امساک حاصل نہ ہوا نیز اس کا (اس دن کا) روزہ صحیح نہیں۔ صیام تو اللہ کی عبادت کی نیت سے طلوعِ فجر سے غروب شمس تک کھانے پینے سے امساک کو ہی کہتے ہیں چنانچہ بخاری (۱۸۹۴) اور مسلم (۱۱۵۱) نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے اپنے رب سبحانہ وتعالیٰ سے روایت کیا کہ انہوں نے فرمایا ہے: "بندہ اپنا کھانا پینا اور اپنی شہوت میرے لیے چھوڑ دیتا ہے، روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا اور (دوسری) نیکیوں کا ثواب بھی اصل نیکی کے دس گنا ہوتا ہے۔"

اور یہ سونے والے کی طرح نہیں کیونکہ سونے والا اپنا شعور پوری طرح نہیں کھوتا ہے بلکہ اس کو بھوک اور پیاس محسوس ہوتی ہے تو سونے کی حالت میں بھی اس کی طرف سے امساک ثابت ہوتی ہے۔

اور اگر بے ہوش کو دن میں ہوش آجائے تو دن کے باقی حصے میں کھانا پینا چھوڑنے پر اس کا روزہ صحیح ہے۔

علامہ ابن قدامہ رحمۃ اللہ علیہ نے (المغنی ٦/٥٦) میں فرمایا: "مسئلہ: جس نے رات کو روزہ رکھنے کی نیت کی اور پھر طلوعِ فجر سے پہلے بے ہوش ہو گیا اور سورج کے غروب سے پہلے اسے ہوش نہیں آیا تو اس کا اس دن کا روزہ نہیں ہوا.

اور وہ اس لئے کہ وہ پورے دن بے ہوش رہا اور اسے دن کے بعض حصے میں ہوش نہیں آیا ہمارے امام (احمد) اور امام شافعی کے نزدیک اس کا روزہ نہیں ہوتا.

اور ابو حنیفہ نے کہا: اس کا روزہ صحیح ہے کیونکہ اس نے نیت تو کی تھی اور اس کے بعد شعور کا زوال ہونا نیند کی طرح اس کے روزے کو خراب نہیں کرتا۔

اور ہمارا قول: روزہ نیت کے ساتھ ساتھ امساک کو کہتے ہیں. نبی ﷺ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "بنی آدم کا ہر نیک عمل خود اسی کے لیے ہے مگر روزہ کہ وہ خاص میرے لیے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا وہ اپنا کھانا پینا اور شہوت میرے لئے چھوڑ دیتا ہے" (متفق علیہ)۔ تو (اللہ نے) کھانے پینے کو چھوڑنے کی نسبت اپنی طرف کی ہے اور بے ہوشی میں امساک کی نسبت اس کی طرف نہیں ہوتی ہیں اس لئے روزہ بھی نہیں ہوتا۔

اور یہ اس لئے کہ نیت روزوں کے دو ارکان میں سے ایک رکن ہے صرف اس ایک کے ہونے سے روزہ نہیں ہوتا جیسے کہ (نیت چھوڑ کر) صرف امساک سے نہیں ہوتا لیکن جہاں تک نیند کی بات ہے تو وہ ایک عادت ہے جس میں احساس پوری طرح نہیں جاتا اور انسان بیدار ہونے پر آگاہ ہو جاتا ہے۔ مگر بے ہوشی میں عقل چلی جاتی ہے تو یہ پاگل پن کی طرح ہے.. (حتیٰ کہ آگے فرمایا).. اور جیسے ہی دن کے حصے میں بے ہوش کو ہوش آجائے تو اس کا روزہ صحیح ہو جاتا ہے خواہ وہ دن کا پہلا حصہ ہو یا آخر"۔

میں کہتا ہوں: لیکن جو دن میں بے ہوش ہو گیا تو اسے اس کی وجہ سے کوئی نقصان نہیں

اور جن دنوں کے بارے میں ہم نے روزہ نہیں ہونے کا حکم بتایا تو بے ہوش شخص دوسرے دنوں میں ان روزوں کی قضاء کرے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ؕ

"تم میں سے جو شخص بیمار ہو یا سفر میں ہو تو وہ اور دنوں میں گنتی کو پورا کرلے" (البقرۃ ۱۸۴)

اور بے ہوشی بھی جملہ بیماریوں میں سے ہے۔

۲) پاگل

میں کہتا ہوں: عقل کے چلے جانے کی وجہ سے پاگل کا روزہ نہیں ہوتا۔ اس کی طرف سے نہ نیت کا تصور کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی امساک کا اور اگر پاگل کی عقل لوٹ آئے تو مکلف نہ ہونے کی وجہ سے اس کو پچھلے روزوں کو قضاء کرنے کی ضرورت نہیں، ٹھیک ویسے ہی جیسے بچے بالغ ہو جانے پر پچھلے روزوں کا قضا نہیں کرتے۔

اگر کسی پاگل کو رمضان کے دن میں ہوش آگیا تو دن کے باقی حصے میں وہ کھانے پینے کو چھوڑے رہے گا اور صحیح قول کے مطابق اسے قضاء ادا کرنے کی ضرورت نہیں.

وہ اس لئے کہ بخاری (۱۹۶۰) اور مسلم (۱۱۳۶) نے ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا: "عاشورہ کی صبح نبی کریم ﷺ نے انصار کے محلوں میں کہلا بھیجا کہ صبح

جس نے کھا پی لیا ہو وہ دن کا باقی حصہ (روزہ دار کی طرح) پورا کرے اور جس نے کچھ کھایا پیا نہ ہو وہ روزے سے رہے"۔ کہا کہ "پھر بعد میں بھی (رمضان کے روزے کی فرضیت کے بعد) ہم اس دن روزہ رکھتے اور اپنے بچوں سے بھی رکھواتے تھے۔ انہیں ہم ان کا ایک کھلونا دے کر بہلائے رکھتے۔ جب کوئی کھانے کے لیے روتا تو وہی دے دیتے، یہاں تک کہ افطار کا وقت آ جاتا"۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جیسے کہ (مجموع الفتاوی ۱۰۹/ ۲۵) میں ہے:
"اس سے یہ بات نکلتی ہے کہ اگر ہلال دکھائی دینے کی خبر دن کے دوران پکی ہوئی چاہے وہ کھانا کھانے سے پہلے ہو یا بعد ہو تو تین اقوال میں سے زیادہ صحیح قول کے مطابق ان لوگوں کو کھانا پینا روک دینا ہے اور انہیں اس دن کی قضاء ادا کرنے کی ضرورت نہیں جیسے کہ بچہ بالغ ہو جانے پر یا مجنون (پاگل) کو ہوش آ جانے پر وہ قضا نہیں کرے گا (بلکہ اس دن روزہ رکھے گا)۔
(دوسرے قول میں) کہا گیا ہے کہ: کھانا پینا روکا جائے اور قضاء بھی ادا کیا جائے، اور (تیسرے قول میں) کہا گیا کہ: ان دونوں (قضاء اور امساک) سے ایک بھی واجب نہیں اور (پہلے والے قول میں) کہا گیا کہ: کھانے پینے کو روکا جائے گا اور قضاء ادا نہیں کی جائے گی"۔

میں کہتا ہوں: یہ (آخری قول) امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے ایک روایت ہے

اور انہوں نے (شرح العمدة ۵٦ / ۱) میں کہا: "اور سب سے بہتر یہ بات ہے کہ ایسے پر امساک واجب ہے قضاء نہیں حدیث عاشوراء کی وجہ سے "اھ

میں کہتا ہوں: جہاں تک سونے والے کی بات ہے تو اتفاقا اس کا روزہ صحیح ہے اگر اس نے رات میں (اگلے دن) روزہ رکھنے کی نیت کی تھی کیونکہ اس کے حق میں امساک ثابت آتا ہے اور کیونکہ نیند سے پورا احساس نہیں جاتا واللہ اعلم۔

جسے چاند کی خبر نہ ہوئی مگر دن میں وہ دن کے باقی حصے میں روزہ رکھے گا

میں کہتا ہوں: چاہے اس نے اس سے پہلے کچھ کھایا ہو یا نہ ہو اور صحیح قول کے مطابق اس پر کوئی قضاء نہیں ہے۔ اس کی دلیل وہ حدیث ہے جسے بخاری (۱۹۶۰) اور مسلم (۱۱۳۶) نے الربیع بنت معوذ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا "عاشورہ کی صبح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کے محلوں میں کہلا بھیجا کہ صبح جس نے کھا پی لیا ہو وہ دن کا باقی حصہ (روزہ دار کی طرح) پورے کرے اور جس نے کچھ کھایا پیا نہ ہو وہ روزے سے رہے"۔ کہا کہ "پھر بعد میں بھی (رمضان کے روزے کی فرضیت کے بعد) ہم اس دن روزہ رکھتے اور اپنے بچوں سے بھی رکھواتے تھے۔ انہیں ہم ان کا ایک کھلونا دے کر بہلائے رکھتے۔ جب کوئی کھانے کے لیے روتا تو وہی دے دیتے، یہاں تک کہ افطار کا وقت آ جاتا"۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جیسے کہ (مجموع الفتاوی ۱۱۸ / ۲۵) میں ہے: "اور اس بات سے (پتہ چلا) کہ اگر اس کے کھا لینے کے بعد یہ واضح ہوا کہ چاند کسی دوسری جگہ پر دیکھا گیا ہے یا دن کے آدھے حصے میں چاند کی خبر پکی ہوئی تو اس پر قضاء واجب نہیں اور یہ امام احمد سے دو روایتوں میں سے ایک ہے کیونکہ ان کے حق میں مہینے کی شروعات اس کے

ظاہر اور مشہور ہونے کے بعد ہی ہوئی اس لئے ان پر کھانا پینا روکنا واجب ہو گیا جیسے کہ عاشوراء کے لوگوں پر ہوا تھا: جن لوگوں کو روزہ رکھنے کا حکم دن میں ہوا تھا اور صحیح قول کے مطابق انہیں قضا کرنے کو نہیں کہا گیا اور قضاء والی حدیث ضعیف ہے واللہ اعلم۔"

اور علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے (زاد المعاد ۷۴ / ۲) میں کہا: "اور تیسرا طریقہ ہے کہ واجب کا حکم علم کے تابع ہے اور عاشوراء کے روزے رکھنے کا وجوب دن میں پتہ چلا تو اس سے پہلے روزے کا ثابت ہونا ممکن نہ تھا چنانچہ وجوب کا وقت اور اس کا حکم پتہ چل جانے کے ساتھ ساتھ روزے کی نیت کرنا بھی واجب ہو گیا تھا ورنہ یہ ایک ایسی بات کی تکلیف تھی جس پر عمل نہیں ہو سکتا تھا۔ انہوں نے کہا: اگر چاند کی رؤیت دن میں ثابت ہوئی تو اس کا روزہ صحیح ہے کیوں کہ وجوب کا علم ہونے کے ساتھ ساتھ نیت کی گئی اور اس بات کی بنیاد یوم عاشوراء کا روزہ ہے۔ یہ طریقہ ہمارے شیخ (ابن تیمیہ) کا ہے اور یہ، جیسے کہ آپ دیکھ رہے ہیں، تمام طریقوں میں سے زیادہ صحیح ہے اور شریعت کے اصول اور قواعد کے زیادہ قریب ہے اور حدیثیں اسی کی طرف اشارہ کرتی ہیں اور اسی سے حدیثوں کی علیحدہ دکھنے والی مختلف روایتوں کو جمع کیا جا سکتا ہے" اھ

روزہ طلوعِ فجر سے شروع ہوتا ہے

دلیل اللہ تعالیٰ کا فرمان:

وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ۖ ثُمَّ أَتِمُّوا الصِّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ ۚ

"تم کھاتے پیتے رہو یہاں تک کہ صبح کا سفید دھاگہ سیاہ دھاگے سے ظاہر ہو جائے۔ پھر رات تک روزے کو پورا کرو" (البقرۃ ۱۸۷)

اور مسلم (۱۰۹۴) نے سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ انہوں نے کہا میں نے محمد ﷺ کو کہتے ہوئے سنا: "تم میں سے کوئی سحری کے وقت حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اذان سے دھوکا نہ کھائے اور نہ ہی اس سفیدی سے جب تک کہ وہ پھیل نہ جائے" اور حماد اس حدیث کے پہلی روایت کا ذکر کرنے کے بعد کہتے ہیں: یعنی کہ افق پر چوڑا ہوتے ہوئے (دیکھو).

اور بخاری (۲۴۷۷) نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ انہوں نے کہا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ "کسی شخص کو بلال کی اذان سحری کھانے سے نہ روکے کیونکہ وہ صرف اس لیے اذان دیتے ہیں یا نداء کرتے ہیں تا کہ جو نماز کے لیے بیدار ہیں وہ واپس آجائیں اور جو سوئے ہوئے ہیں وہ بیدار ہو جائیں اور فجر وہ نہیں ہے جو اس طرح (لمبی دھار ہوتی ہے)۔ یحیٰ نے اس کے اظہار کے لیے اپنے دونوں ہاتھ ملائے اور کہا یہاں تک کہ وہ اس طرح ظاہر ہو جائے اور اس کے اظہار کے لیے انہوں نے اپنی دونوں شہادت کی انگلیوں کو پھیلا کر بتلایا"۔

میں کہتا ہوں: جو طلوع فجر کے بارے میں شک کی حالت میں کھایا تو اس کا روزہ صحیح ہے کیونکہ اس کو صبح کا سفید دھاگہ سیاہ دھاگے سے ظاہر نہ ہوا.

سورج کی گولائی غائب ہونے پر روزہ ختم ہوتا ہے اور افق پر سرخی سے کوئی حرج نہیں

دلیل اللہ کا فرمان: أَتِمُّوا الصِّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ

"پھر رات تک روزے کو پورا کرو" (البقرۃ ۱۸۷)

بخاری (۱۹۴۱) اور مسلم (۱۱۰۱) نے ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا: "ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سفر میں تھے (روزے کی حالت میں) آپ نے ایک صاحب (بلال رضی اللہ عنہ) سے فرمایا کہ اتر کر میرے لیے ستو گھولو، انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ابھی تو سورج باقی ہے، آپ ﷺ نے پھر فرمایا کہ اتر کر میرے لیے ستو گھولو، اب کی مرتبہ بھی انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ! ابھی سورج باقی ہے لیکن آپ کا حکم اب بھی یہی تھا کہ اتر کر میرے لیے ستو گھولو، پھر آپ ﷺ نے ایک طرف اشارہ کر کے فرمایا جب تم دیکھو کہ رات یہاں سے شروع ہو چکی ہے تو روزہ دار کو افطار کر لینا چاہئے۔"

اور عبد الرزاق نے اپنی مصنف (۷۵۹۴) میں ان زیادہ الفاظ سے روایت کیا ہے: "اور اگر کوئی اپنے اونٹ پر چڑھ کر اسے دیکھنے کی کوشش کرتا تو وہ دیکھ لیتا یعنی سورج کو" اس کی اسناد صحیح ہے لیکن بر خلاف تمام ابو اسحاق السبیعی کے لوگوں کے عبد الرزاق اکیلے نے اس زیادہ کو روایت کیا ہے۔

اور بخاری (۱۹۵۴) اور مسلم (۱۱۰۰) نے عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے کہا: "جب رات اس طرف (مشرق) سے آئے اور دن ادھر مغرب میں چلا جائے کہ سورج ڈوب جائے تو روزے کے افطار کا وقت آگیا۔"

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا جیسے کہ (مجموع الفتاوی ۲۱۵/۲۵) میں ہے: "اگر سورج کی گولائی غائب ہو گئی تو روزے دار کے افطار کا وقت ہو گیا اور افق پر بہت سرخی باقی رہنے میں کوئی بات نہیں" اھ

مفطراتِ صیام: ان باتوں سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے

پہلی مفطر: کھانا اور پینا

دوسری مفطر: جماع، چاہے منی کا انزال نہ ہی ہوا ہو

اس بات کی دلیل اللہ تعالیٰ کا فرمان: اُحِلَّ لَکُمْ لَیْلَۃَ الصِّیَامِ الرَّفَثُ اِلٰی نِسَآئِکُمْ ؕ
ہُنَّ لِبَاسٌ لَّکُمْ وَ اَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّھُنَّ ؕ عَلِمَ اللّٰہُ اَنَّکُمْ کُنْتُمْ تَخْتَانُوْنَ
اَنْفُسَکُمْ فَتَابَ عَلَیْکُمْ وَ عَفَا عَنْکُمْ ۚ فَالْئٰنَ بَاشِرُوْہُنَّ وَ ابْتَغُوْا مَا کَتَبَ
اللّٰہُ لَکُمْ ۠ وَکُلُوْا وَ اشْرَبُوْا حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَکُمُ الْخَیْطُ الْاَبْیَضُ مِنَ الْخَیْطِ
الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ۠ ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّیَامَ اِلَی الَّیْلِ ۚ

"روزے کی راتوں میں اپنی بیویوں سے ملنا تمہارے لئے حلال کیا گیا، وہ تمہارا لباس ہیں اور تم ان کے لباس ہو، تمہاری پوشیدہ خیانتوں کا اللہ تعالیٰ کو علم ہے اس نے تمہاری توبہ قبول فرما کر تم سے درگزر فرمالیا اب تمہیں ان سے مباشرت کی اور اللہ تعالیٰ کی لکھی ہوئی چیز کو تلاش کرنے

کی اجازت ہے۔ تم کھاتے پیتے رہو یہاں تک کہ صبح کا سفید دھاگہ سیاہ دھاگے سے ظاہر ہو جائے پھر رات تک روزے کو پورا کرو" (البقرۃ ۱۸۷)

اور جو بخاری (۱۸۹۴) نے ان الفاظ سے اور مسلم (1151) نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "روزہ دوزخ سے بچنے کے لیے ایک ڈھال ہے اس لیے (روزے دار) نہ فحش باتیں کرے اور نہ جہالت کی باتیں اور اگر کوئی شخص اس سے لڑے یا اسے گالی دے تو اس کا جواب صرف یہ ہونا چاہئے کہ میں روزہ دار ہوں، میں روزہ دار ہوں، اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے روزے دار کے منہ کی بو اللہ کے نزدیک کستوری کی خوشبو سے بھی زیادہ پسندیدہ اور پاکیزہ ہے، (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے) بندہ اپنا کھانا پینا اور اپنی شہوت میرے لیے چھوڑ دیتا ہے، روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا اور (دوسری) نیکیوں کا ثواب بھی اصل نیکی کے دس گنا ہوتا ہے"۔

میں کہتا ہوں: کھانے پینے میں عمومی دلائل کے تحت وہ چیزیں شامل ہیں جو مغذی (طاقت دینے والی غذا) ہیں یا مغذی نہیں ہیں۔

منہ یا ناک کے راستے داخل ہونے والے کھانے یا پینے کی چیزوں سے روزہ ٹوٹتا ہے۔

منہ کے بارے کوئی وضاحت کی ضرورت نہیں اور ناک کے بارے میں دلیل احمد (۱۶۴۲۷) اور ابو داؤد (۱۴۲) اور ترمذی (۷۸۸) اور نسائی (۸۷) اور ابن ماجہ (۴۰۷) نے لقیط بن صبرہ سے روایت کیا کہ انہوں نے نبی ﷺ سے روایت کیا کہ انہوں نے کہا: "اور ناک میں پانی چڑھانے میں مبالغہ کرو، الا یہ کہ تم روزے سے ہو۔"

میں کہتا ہوں: یہ حدیث صحیح ہے۔

اور سوئی چڑھانے کا حکم بھی کھانے پینے میں ہی شامل ہے کیونکہ یہ کھانے پینے کے معنے میں ہے۔

تیسری مفطر: منی کا خارج ہونا، چاہے وہ جماع کے بغیر ہی کیوں نہ ہو جیسے کہ بوسہ لینے یا جسم سے لگانے یا جلق لگانے یا بار بار دیکھنے سے منی خارج ہو جائے

اس بات کی دلیل ہے جو بخاری (۱۸۹۴) نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: "روزہ دوزخ سے بچنے کے لیے ایک ڈھال ہے اس لیے (روزے دار) نہ فحش باتیں کرے اور نہ جہالت کی باتیں اور اگر کوئی شخص اس سے لڑے یا اسے گالی دے تو اس کا جواب صرف یہ ہونا چاہیئے کہ میں روزے دار ہوں، (یہ الفاظ) دو مرتبہ (کہہ دے) اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے روزے دار کے منہ کی بو اللہ کے نزدیک

کستوری کی خوشبو سے بھی زیادہ پسندیدہ اور پاکیزہ ہے،(اللہ تعالیٰ فرماتا ہے) بندہ اپنا کھانا پینا اور اپنی شہوت میرے لیے چھوڑ دیتا ہے، روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا اور (دوسری) نیکیوں کا ثواب بھی اصل نیکی کے دس گنا ہوتا ہے"

اور مسلم (۱۱۵۱) نے ان الفاظ کے ساتھ حدیث روایت کیا ہے:"اپنی شہوت اور کھانے کو میرے لیے چھوڑتا ہے"۔

اور دلیل ہے جس کو بخاری (۱۹۲۷) اور مسلم (۱۱۰۶) نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ انہوں نے کہا:"نبی ﷺ روزے سے ہوتے لیکن (اپنی ازواج کے ساتھ) «یقبل» (بوسہ لیتے) ومباشرت (اپنے جسم سے لگاتے) بھی کرلیتے تھے۔ وہ تم سب سے زیادہ اپنی 'ارب' پر قابو رکھنے والے تھے"۔

میں کہتا ہوں: 'ارب' جماع کی خواہش کو کہتے ہے اور حدیث اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ (منی) کے انزال سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔

چوتھی مفطر: حجامہ

اس لیے کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے: "حجامہ کرنے والے اور کرانے والے دونوں کا روزہ ٹوٹ جاتا ہے"۔ اس حدیث کو احمد (۱۷۱۵۳) اور ابو داؤد (۲۳۶۹) اور ابن ماجہ (۱۶۸۱) اور نسائی نے "الکبریٰ" (۳۱۳۸،۳۱۳۹) وغیرہ میں شداد بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور احمد (۲۲۴۳۶) اور ابو داؤد (۲۳۶۷،۲۳۷۱) اور ابن ماجہ (۱۶۸۰) اور نسائی نے 'الکبریٰ' (۳۱۳۳،۳۱۳۴،۳۱۳۶،۳۱۳۷) وغیرہ میں ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

علامہ ابن قدامہ رحمۃ اللہ علیہ نے (المغنی ۳/۳۶) میں فرمایا ہے: "اور نبی ﷺ سے گیارہ لوگوں نے اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ امام احمد نے کہا: اس بارے میں روایت کئے جانے والی حدیثوں میں شداد بن اوس رضی اللہ عنہ کی حدیث سب سے زیادہ صحیح ہے اور اس حدیث کی اسناد مرفوع جید ہے اور انہوں نے کہا: حدیث ثوبان اور شداد دونوں صحیح حدیثیں ہیں اور علی بن المدینی سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: اس باب میں سب سے زیادہ صحیح شداد اور ثوبان کی حدیثیں ہیں۔" اھ

جہاں تک بات اس حدیث کی ہے جسے بخاری (۱۹۳۹) نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا: "نبی ﷺ نے روزے کی حالت میں حجامہ کروایا" تو روزے کا ذکر اس حدیث میں ثابت نہیں ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے فرمایا جیسے کہ (مجموع الفتاوی ۲۵۲/ ۲۵) میں ہے: "احمد اور اس کے علاوہ دوسروں نے اس زیادہ پر اعتراض کیا اور وہ (زیادہ ہے) ان کا قول (وھو صائم) 'روزے کی حالت میں' اور ان لوگوں نے کہا: ثابت یہ ہے کہ آپ ﷺ نے احرام کی حالت میں حجامہ کروایا"۔ اھ

علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے (زاد المعاد ۵۶/ ۲) میں ان الفاظ پر حفاظ کرام کی تضعیف کے ذکر کے بعد فرمایا: "اور مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ نے روزے کی حالت میں حجامہ کروایا یہ صحیح ثابت نہیں" اھ

اور جہاں تک اس حدیث کی بات ہے جو دار قطنی (۲۲۶۰) نے اور ان ہی کے طریق بیہقی نے (الکبریٰ) (۸۰۸۶) میں خالد بن مخلد کے طریق سے روایت کیا ہے کہ انہیں عبد اللہ بن المثنی نے کہا کہ ثابت البنانی نے روایت کیا کہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ انہوں نے کہا: "روزے دار کے لیے حجامہ کی کراہت سب سے پہلے تب ہوئی جب جعفر بن ابی طالب نے روزے کی حالت میں حجامہ کروایا اور نبی ﷺ کا ان کے پاس سے گزار ہوا تو آپ نے فرمایا: 'ان دونوں کا روزہ ٹوٹ گیا' پھر اس کے بعد نبی ﷺ نے روزے دار کو حجامہ کروانے کی

رخصت دی چنانچہ انس رضی اللہ عنہ روزے کی حالت میں حجامہ کروایا کرتے تھے"۔ یہ حدیث ثابت نہیں ہے۔

علامہ ابن الہادی رحمۃ اللہ علیہ نے (تنقیح التحقیق ۲۷۶/ ۳) میں کہاہے: "یہ حدیث منکر ہے اس کے ذریعے حجت کرنا صحیح نہیں کیونکہ یہ اسناد اور متن کے اعتبار سے شاذ (ضعیف) ہے اور کتبِ ستہ کے آئمہ میں سے کسی ایک نے بھی اسے روایت نہیں کیا اور نہ ہی امام احمد بن حنبل نے اسے اپنی مسند میں اسے روایت کیا اور نہ ہی شافعی اور معروف مسانید کے لوگوں میں سے کسی ایک نے اسے روایت کیاہے اور نہ ہی دنیا میں کسی ایک کے بارے میں یہ پتہ ہے کہ اس نے اسے روایت کیا سوائے دار قطنی کے جس نے اس کو بغوی سے روایت کیاہے اور اس کا حافظ ابو عبد اللہ المقدسی نے المستخرج میں ذکر کیا۔ انہوں نے صرف اکیلے دار قطنی سے اسے روایت کیاہے اور اگر ان کے پاس اس حدیث کی کوئی دوسری سند ہوتی تو ضرور اس کا ذکر کرتے، جیسے کہ ان کی عادت رہی ہے نیز وہ حدیث کے مسانید کا ذکر کیا کرتے ہیں جیسے کہ مسند احمد اور ابویعلیٰ الموصلی اور محمد بن ہارون الرویانی اور معجم الطبرانی وغیرہ امہات میں سے۔ یہ حدیث صحیح اور شذوذ اور علتوں سے سالم کیسے ہوسکتی ہے کہ آئمہ کتب ستہ میں سے کسی نے اسے درج نہیں کیا اور نہ ہی مشہور مسانید میں سے کسی ایک نے بھی اس کو درج کیاہے جب کہ وہ اس کے سب سے زیادہ محتاج تھے۔

دار قطنی نے اپنی 'سنن' میں صرف غریب حدیثوں کو جمع کیا ہے چنانچہ صحیح اور علتوں سے سالم حدیثوں سے زیادہ اس میں معل اور ضعیف حدیثیں ہیں اور ان کا اس حدیث کے راویوں کے بارے میں کہنا کہ (کلھم ثقات لا اعلم لہ علہ): 'سارے کے سارے ثقہ ہیں اور میرے علم کے مطابق ان میں کوئی کمزوری نہیں': اس بات پر کچھ اطراف سے غور کرنے کی ضرورت ہے:

ان میں سے پہلی بات: دار قطنی نے خود عبد اللہ بن المثنی کی روایتوں کی کمزوریوں کے بارے میں بات کی ہے اور کہا: وہ قوی نہیں ہے یہ ایسی حدیث کے بارے میں کہا جسے بخاری نے اپنے 'صحیح' میں روایت کیا ہے۔

دوسری بات: خالد بن مخلد القطوانی اور عبد اللہ بن المثنی کی کمزوریوں کے بارے میں ایک سے زیادہ حفاظ نے کہا ہے چاہے یہ دونوں 'صحیح' (بخاری) کے لوگوں میں سے ہی کیوں نہ ہوں۔ امام احمد نے خالد کے بارے میں کہا: 'اس کی منکر حدیثیں ہیں' اور ابن سعد نے کہا: 'منکر الحدیث اس میں حد سے زیادہ تشیع ہے' اور سعدی نے اس کے بارے میں فرمایا: 'بہت زیادہ بد اخلاق اور اپنے برے کردار کو ظاہر کرنے والا تھا' اور ابن عدی نے کہا: 'میرے نزدیک۔ اس میں کوئی حرج نہیں ان شاء اللہ'۔

ابو عبید الآجری نے فرمایا ہے کہ: میں نے ابو داؤد سے عبد اللہ بن المثنی الانصاری کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا:

'میں اس کی حدیثوں کو درج نہیں کرتا' اور نسائی نے کہا: 'یہ قوی نہیں ہے' اور ابن حبان نے اس کا ذکر 'الثقات' میں کیا ہے اور کہا: 'شاید یہ غلطیاں کرتا ہے'. الساجی نے کہا: 'اس میں ضعف ہے یہ صاحبِ حدیث نہیں تھا' اور الموصلی نے کہا: اس نے منکر حدیثوں کو روایت کیا ہے اور عقیلی نے اس کا ذکر 'الضعفاء' میں کیا ہے اور کہا: 'اس کی اکثر حدیثوں کی کوئی (محدث) متابعہ نہیں کرتا ہے' اور پھر کہا: 'ہمیں الحسین بن عبد اللہ الذراع نے حدیث سنائی کہ ابو داؤد نے کہا: میں نے ابو سلمہ کو کہتے ہوئے سنا: 'عبد اللہ بن المثنی نے روایت کیا- اور وہ دونوں بستیوں میں سے نہیں تھا (یعنی اس میں کوئی خاص خوبی نہیں) وہ ضعیف منکر حدیثوں کو روایت کرنے والا تھا' اور اصحابِ صحیح (بخاری اور مسلم) نے اگر ایسے سے روایت کی ہیں جس پر جرح کی گئی ہو تو صرف اس کی ان حدیثوں کو اختیار کرتے ہیں جن میں اس کا انفراد ثابت نہ ہو بلکہ دوسرے ثقات بھی اس سے مواوق ہوں اور شواہد کی موجودگی اس (حدیث) کی سچائی ثابت کرتی ہو۔

تیسری بات: حدیث میں امیر المومنین مانے جانے والے شعبہ بن الحجاج نے اس حدیث کو جسے عبداللہ بن المثنی نے ثابت (البنانی) سے روایت کیا ہے، اس کے خلاف حدیث روایت کی جس کو بخاری نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔

پھر اگر حدیث انس کو صحیح مان بھی لیا جائے تو اس میں کوئی حجت موجود نہیں کیونکہ جعفر بن ابو طالب رضی اللہ عنہ کی وفات غزوہ مؤتہ میں ہوئی جو کہ فتح مکہ سے پہلے ہوئی تھی اور آپ ﷺ کا فرمان: "حجامہ کرنے والے اور کرانے والے دونوں کا روزہ ٹوٹ گیا" جعفر بن ابی طالب کی وفات کے بعد فتح مکہ کے سال کا ہے." اھ

میں کہتا ہوں: حدیث شعبہ وہ ہے جسے بخاری نے (۱۹۴۰) روایت کیا ہے کہ: ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، ہم سے شعبہ نے بیان کیا، کہا کہ میں نے ثابت بنانی سے سنا، انہوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا تھا کہ کیا آپ لوگ روزے کی حالت میں حجامہ کروانے کو مکروہ سمجھا کرتے تھے؟ آپ نے جواب دیا کہ نہیں البتہ کمزوری کے خیال سے (روزہ میں نہیں لگواتے تھے) شبابہ نے یہ زیادہ کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا کہ (ایسا ہم) نبی ﷺ کے عہد میں (کرتے تھے)۔

میں کہتا ہوں: ہو سکتا ہے کہ انہیں نبی ﷺ کی حجامہ کرنے اور کرانے والے کے روزے کے ٹوٹ جانے والی حدیث نہیں پہنچی تھی اور کسی بھی حالت میں نبی ﷺ کی سنت انس رضی اللہ عنہ کے قول پر مقدم ہے۔

اور رگ کھول کر خون نکلوانا (blood letting) اور کسی کو خون دینا (blood donation) بھی حجامہ کے حکم میں ہے۔

حجامہ کرنے والے کا روزہ تب ہی ٹوٹتا ہے جب وہ اپنے منہ کے ذریعے خون کھینچے کیونکہ ایسے میں یہ گمان ہے کہ خون کا کچھ حصہ اس کے منہ کے اندر داخل ہو جائے اور اسے اس بات کا شعور بھی نہ ہو۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے فرمایا ہے جیسے کہ (مجموع الفتاوی ۲۵۷/۲۵) میں ہے: "اور جہاں تک حجامہ کرنے والے کی بات ہے تو وہ چوس کر ہوا کو پیالی میں کھینچتا ہے اور ہوا خون کو کھینچ کر لاتی ہے تو ہو سکتا ہے کہ ہوا کے ساتھ ساتھ تھوڑا خون چڑھ کر اس کے حلق میں داخل ہو جائے اور اسے پتہ بھی نہ چلے۔ اس میں حکمت یہ ہے کہ اگر کوئی بات ظاہر نہ ہو یا پھیل چکی ہو تو حکم کا تعلق گمان سے ہوتا ہے ٹھیک ویسے ہی جیسے کہ سو جانے والے کی ہوا چھوٹ جاتی ہے

اور اسے پتہ نہیں ہوتا نیز اسے وضوء کرنے کا حکم دیا گیا ہے اسی طرح حجامہ کرنے والے کے حق میں اسے پتہ نہیں ہوتا اور اس کے تھوک کے ساتھ کچھ خون بھی اس کے پیٹ میں چلا جاتا ہے اور خون سب سے بڑی مفطرات میں سے ہے۔ یہ خود ہی حرام ہے کیوں کہ یہ شہوت کو حد سے بڑھاتی ہے اور عدل سے نکال دیتی ہے اور روزے دار کو اس سے رکنے کا حکم دیا گیا ہے۔ چنانچہ خون خون کی مقدار کو زیادہ کرتا ہے اور یہ جائز نہیں ہے تو اسی وجہ سے حجامہ کرنے والے کا روزہ ٹوٹ جاتا ہے جیسے سو جانے والے کا وضوء ٹوٹ جاتا ہے چاہے اس کو ہوا چھوٹنے کا یقین نہ ہی ہو۔ کیونکہ ہوا اس کے نہ جانتے ہوئے نکل جا سکتی ہے تو ٹھیک ویسے ہی حجامہ کرنے والے کے نہ جانتے میں خون اس کے حلق میں جا سکتا ہے۔ جہاں تک شارط کی بات ہے تو وہ حاجم نہیں ہے اور یہ معنی کی نفی ہونے کی وجہ سے شارط کا روزہ نہیں ٹوٹتا اور اسی طرح اگر ایسا ہو کہ حجامہ کرنے والا پیالی کو چوس کر نہیں بلکہ کسی دوسرے چیز کو چوستا ہے یا خون کو کسی دوسرے طریقے سے کھینچتا ہے تو اس حالت میں اس کا روزہ نہیں ٹوٹتا اور نبی ﷺ کی بات اس حجامہ کرنے والے کے بارے میں ہے جو معمول کے مطابق اور معروف تھی۔" اھ

پانچویں مفطر: جان بوجھ کر قے کرنا

اس بارے میں احمد (۱۰۴۶۸) اور ابو داؤد (۲۳۸۰) اور ترمذی (۷۲۰) اور ابن ماجہ (۱۶۷۶) اور نسائی نے اپنی کتاب (الکبریٰ ۳۱۳۰) میں ہشام بن حسان کے حوالے سے اور انہوں نے محمد بن سرین سے اور انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ اللہ کے رسول صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے فرمایا: "جس کو قے ہو جائے اور وہ روزے سے ہو تو اس پر قضاء نہیں، ہاں اگر اس نے قصداً قے کی تو قضاء کرے"۔ لیکن یہ حدیث مرفوعاً صحیح ثابت نہیں ہے بلکہ موقوفاً صحیح ثابت ہے اور اسے نسائی نے اپنی 'الکبریٰ' میں (۳۱۱۸) عطاء بن ابی رباح سے اور انہوں نے ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا: "جو روزے کی حالت میں قے کرتا ہے تو اسے کھالینا چاہئے"

ابن ابی شیبہ نے اپنی 'مصنف' (۹۲۷۹) میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ وہ کہا کرتے تھے: "جس کو قے ہو جائے اور وہ روزے سے ہو اس کا روزہ نہیں ٹوٹتا اور اگر جان بوجھ کر قے کی تو روزہ ٹوٹ گیا"۔

میں کہتا ہوں کہ: یہ اثر صحیح ہے۔

تو اس قسم کے آثار کے ذریعے قصداً قے سے روزے کا ٹوٹنا ثابت ہوتا ہے کیونکہ ایسے میں قے کرنے والا جب قے کرتا ہے تو قے کا کچھ حصہ اس کے منہ میں غالباً لوٹ آتا ہے اور قے کا معاملہ بھی حجامہ اور منی کے نکلنے اور حیض اور نفاس کی طرح ہے واللہ اعلم۔

چھٹی مفطر: حیض اور نفاس

اس کی دلیل جو بخاری (٣٠٤) نے ابو سعید الخدری سے روایت کیا ہے کہ "رسول اللہ ﷺ عید الاضحی یا عید الفطر میں عید گاہ تشریف لے گئے۔ وہاں آپ ﷺ عورتوں کے پاس سے گزرے اور فرمایا اے عورتوں کی جماعت! صدقہ کرو، کیونکہ میں نے جہنم میں زیادہ تم ہی کو دیکھا ہے۔ انہوں نے کہا یا رسول اللہ! ایسا کیوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم لعن طعن بہت کرتی ہو اور شوہر کی ناشکری کرتی ہو، باوجود عقل اور دین میں ناقص ہونے کے میں نے تم سے زیادہ کسی کو بھی ایک عقلمند اور تجربہ کار آدمی کو دیوانہ بنا دینے والا نہیں دیکھا۔ عورتوں نے عرض کی کہ ہمارے دین اور ہماری عقل میں نقصان کیا ہے یا رسول اللہ؟ آپ ﷺ نے فرمایا کیا عورت کی گواہی مرد کی گواہی سے نصف نہیں ہے؟ انہوں نے کہا، جی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا بس یہی اس کی عقل کا نقصان ہے۔ پھر آپ نے پوچھا کیا ایسا نہیں ہے کہ جب عورت

حائضہ ہو تو نہ نماز پڑھ سکتی ہے نہ روزہ رکھ سکتی ہے، عورتوں نے کہا ایسا ہی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہی اس کے دین کا نقصان ہے"۔

ساتویں مفطر: ردہ (مرتد ہو جانا)

اس کے روزے کے برباد ہونے کی دلیل اللہ تعالیٰ کا فرمان: إِنَّ ٱلَّذِينَ يَكۡفُرُونَ بِـَٔايَٰتِ ٱللَّهِ وَيَقۡتُلُونَ ٱلنَّبِيِّـۧنَ بِغَيۡرِ حَقّٖ وَيَقۡتُلُونَ ٱلَّذِينَ يَأۡمُرُونَ بِٱلۡقِسۡطِ مِنَ ٱلنَّاسِ فَبَشِّرۡهُم بِعَذَابٍ أَلِيمٍ أُوْلَٰٓئِكَ ٱلَّذِينَ حَبِطَتۡ أَعۡمَٰلُهُمۡ فِي ٱلدُّنۡيَا وَٱلۡأٓخِرَةِ وَمَا لَهُم مِّن نَّٰصِرِينَ

"جو لوگ اللہ تعالیٰ کی آیتوں سے کفر کرتے ہیں اور ناحق نبیوں کو قتل کر ڈالتے ہیں اور جو لوگ عدل وانصاف کی بات کہیں انہیں بھی قتل کر ڈالتے ہیں، تو اے نبی! انہیں دردناک عذاب کی خبر دے دیجئے ان کے اعمال دنیا وآخرت میں غارت ہیں اور ان کا کوئی مددگار نہیں" (آل عمران ۲۱)

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان: وَالَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَلِقَاءِ الْآخِرَةِ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ ۚ هَلْ يُجْزَوْنَ إِلَّا مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ

"اور یہ لوگ جنہوں نے ہماری آیتوں کو اور قیامت کے پیش آنے کو جھٹلایا ان کے سب کام غارت گئے۔ ان کو وہی سزا دی جائے گی جو کچھ یہ کرتے تھے" (الاعراف ۱۴۷)

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان: أُولَٰئِكَ لَمْ يُؤْمِنُوا فَأَحْبَطَ اللَّهُ أَعْمَالَهُمْ ۚ وَكَانَ ذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرًا

"یہ ایمان لائے ہی نہیں ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کے تمام اعمال نابود کر دیئے ہیں، اور اللہ تعالیٰ پر یہ بہت ہی آسان ہے" (الاحزاب ۱۹)

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان: ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَرِهُوا مَا أَنزَلَ اللَّهُ فَأَحْبَطَ أَعْمَالَهُمْ

"یہ اس لئے کہ وہ اللہ کی نازل کردہ چیز سے ناخوش ہوئے، پس اللہ تعالیٰ نے (بھی) ان کے اعمال ضائع کر دیئے" (محمد ۹)

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان: ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمُ ٱتَّبَعُواْ مَآ أَسْخَطَ ٱللَّهَ وَكَرِهُواْ رِضْوَٰنَهُۥ فَأَحْبَطَ أَعْمَٰلَهُمْ

"یہ اس بنا پر کہ یہ وہ راہ چلے جس سے انہوں نے اللہ کو ناراض کر دیا اور انہوں نے اس کی رضا مندی کو برا جانا، تو اللہ نے ان کے اعمال اکارت کر دیئے" (محمد ٢٧)

علامہ ابن قدامہ رحمۃ اللہ علیہ نے (المغنی ٦/٩٥) میں کہا: "مسئلہ: دین اسلام سے مرتد ہو جانے والے کا روزہ ٹوٹ جاتا ہے: اس بارے میں ہمیں اہل علم کے درمیان کوئی اختلاف کا پتہ نہیں کہ جو روزے کے دوران دین اسلام سے مرتد ہو جاتا ہے اس کا روزہ فاسد ہو جاتا ہے۔" اھ

آٹھوی مفطر: روزہ توڑنے کی نیت

اس بات کی دلیل ہے جو بخاری (١) نے عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے آپ ﷺ کو کہتے ہوئے سنا کہ "تمام اعمال کا دارومدار نیت پر ہے اور ہر عمل کا نتیجہ ہر انسان کو اس کی نیت کے مطابق ہی ملے گا۔"

علامہ ابن قدامہ رحمۃ اللہ علیہ نے (المغنی ۳/۳۶) میں کہا: "اور ہمارے نزدیک یہ قول ہے کہ نیت عبادت کی شرط ہے تو اسے چھوڑنے کی نیت کرنے پر یہ نماز کی طرح فاسد ہو جاتی ہے (جیسے کہ نماز کو چھوڑنے کی نیت پر یہ فاسد ہو جاتی ہے) اور یہ اس لئے کہ نیت کا اعتبار تمام عبادات کے حصوں میں اصل سمجھا جاتا ہے لیکن اسکی حقیقت کا خیال مشکل ہو جانے پر اس کا حکم کو باقی سمجھا جائے گا کہ روزے دار نے اس کو توڑنے کی نیت نہیں کی ہے اور اگر وہ اسے توڑنے کی نیت کرتا ہے تو اس (عبادت کی) حقیقت اور اس کا حکم مٹ جاتا ہے چنانچہ روزہ اس کی شرط کے مٹ جانے کی وجہ سے فاسد ہو جاتا ہے۔" اھ

ان باتوں سے روزے دار کا روزہ نہیں ٹوٹتا

۱)سر پر یا منہ کے اندر دوا لگانا۔

۲)کان میں ڈراپس ڈالنا(ear drops)۔

۳)آنکھوں میں ڈراپس ڈالنا اور سرمہ لگانا۔

۴)ایسی سوئیاں چڑھانا جس سے جسم کو خوراک حاصل نہیں ہوتی۔

۵)دبر میں انجیکشن یا دوا ڈالنا جس سے جسم کو خوراک حاصل نہیں ہوتی۔

۶)پیشاب کے راستے میں ڈراپس ڈالنا۔

۷)اچھی خوشبو سونگھنا۔

۸)بغیر قصد راستے کا گرد یا آٹا وغیرہ کا حلق میں جانا۔

۹)بغیر قصد قے کرنا یا منہ میں پیٹ سے کھانے کا آجانا۔

۱۰)استحاضہ کاخون آنا۔

۱۱)زخم سے خون بہنا۔

۱۲)احتلام۔

۱۳) پچھلے رات کے جماع کے سبب جنبی ہوتے ہوئے روزے دار پر فجر کا طلوع ہو جانا: اور اس بات کی دلیل وہ ہے جسے بخاری (۱۹۲۶) اور مسلم (۱۱۰۹) نے عائشہ اور ام سلمہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ: "(بعض مرتبہ) فجر ہوتی تو رسول اللہ ﷺ اپنے اہل کے ساتھ جنبی ہوتے تھے، پھر آپ ﷺ غسل کرتے اور آپ ﷺ روزہ سے ہوتے تھے"۔

۱۴) حیض اور نفاس سے طہارت کے لئے غسل کو طلوعِ فجر تک تاخیر کر دینا۔

۱۵) روزے دار کا بغیر انزال (یعنی منی خارج ہوئے بغیر) (اپنی بیوی کو) بوسہ لینا یا جسم سے لگالینا۔ چنانچہ بخاری (۱۹۲۷) اور مسلم (۱۱۰۶) نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ انہوں نے کہا: "نبی ﷺ روزے سے ہوتے لیکن (اپنی ازواج کے ساتھ) «یقبل» (بوسہ لیتے) ومباشرت (اپنے جسم سے لگاتے) بھی کر لیتے تھے۔ وہ تم سب سے زیادہ اپنی 'ارب' پر قابو رکھنے والے تھے" اور بخاری (۳۲۲) اور مسلم (۱۱۰۸) نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے

روایت کیا کہ "نبی ﷺ روزے سے ہوتے اور اسی حالت میں ان کا بوسہ لیتے" یہ بخاری کے الفاظ ہیں۔

۱۶) بغیر انزال کے شہوت سے دیکھنا۔

۱۷) بغیر انزال کے شہوت کی باتیں سوچنا۔

۱۸) مذی کا خارج ہونا (پیشاب کے راستے پتلا پانی کا نکلنا جو منی سے پہلے نکلتا ہے)۔

۱۹) تھوک کو نگل جانا اور اگر وہ اپنے منہ کے اندر اسے جمع کر کے نگل جائے تو یہ بھی اسی حکم میں شامل ہے۔ اسی طرح اگر کوئی اپنی تر زبان کو باہر کر کے دوبارہ منہ میں داخل کرنے کے بعد اس میں جو لعاب جمع ہے اسے گھونٹ لے تو یہ اس کے روزہ پر کوئی اثر نہیں کرتا۔

۲۰) حلق میں بلغم کو گھونٹ لینا۔ اگر وہ اسے حلق سے منہ میں کھینچ کر لانے کے بعد اسے نگل جائے تو اس سے روزے کے ٹوٹ جانے پر علماء میں اختلاف ہے اور روزہ ٹوٹ جانے والے قول کو اچھی طرح دیکھنے کی ضرورت ہے نیز یہ قول امام شافعی کا ہے اور ایک روایت کے تحت امام احمد کا بھی قول ہے۔

۲۱) کلی کرنا اور منہ میں جو اس سے اثر رہ جاتا ہے اس سے روزہ دار کو کوئی نقصان نہیں اور اسے تھوکنا مستحب نہیں ہے۔

۲۲) ایسی گوند چبانا جس سے کوئی رس نہیں بہتا لیکن ایسا نہ کرنا بہتر ہے۔

۲۳) تیراکی کرنا، اور اس کی وجہ سے بغیر قصد کے حلق میں پانی چلا جائے تو صحیح قول کے مطابق روزہ نہیں ٹوٹتا۔

۲۴) اسی طرح غسل کرنے سے، اور اس کی وجہ سے بغیر قصد کے حلق میں پانی جانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ احمد (۱۵۹۴۴، ۲۳۲۷۱) اور ابو داؤد (۲۳۶۵) اور نسائی نے 'الکبریٰ' (۳۰۲۹) میں بعض اصحابِ نبی ﷺ سے روایت کیا ہے کہ: "میں نے مقام عرج میں رسول اللہ ﷺ کو اپنے سر پر پیاس سے یا گرمی کی وجہ سے پانی ڈالتے ہوئے دیکھا اور آپ ﷺ روزے سے تھے"۔ میں کہتا ہوں: یہ حدیث صحیح ہے۔

۲۵) کسی حاجت کی وجہ سے بغیر نگلے ہوئے کھانے کو چکھنا۔

۲۶) کھانے کے بعد منہ میں باقی رہنے والی (مہین) چیزوں کو نہ پھینک پانے کی وجہ سے نگل جانے میں کوئی حرج نہیں اور اس سے روزہ خراب نہیں ہوتا۔ علامہ ابن قدامہ رحمۃ اللہ علیہ

(المغنی ۳۶/۳) میں فرماتے ہیں: "فصل: اور جس کے دانتوں کے درمیان کھانا لگا رہ جائے تو وہ ان دونوں حالتوں میں سے کسی ایک میں ہوتا ہے: ان میں سے ایک یہ کہ (کھانا) اتنا کم ہے کہ اسے پھینکنا ممکن نہیں تو وہ اسے جلدی سے نگل جائے- ایسا کرنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا کیونکہ اس سے بچا نہیں جاسکتا ہے نیز یہ (حکم میں) تھوک کے برابر ہے۔ ابن المنذر نے کہا: اہل علم کا اس بات پر اجماع ہے۔

دوسرا: یہ زیادہ ہے اور اس کو پھینکنا ممکن ہے تو اس کو پھینک دینے میں اس پر کوئی حرج نہیں اور اگر جان بوجھ کر اسے نگل گیا تو اکثر اہل علم کے قول کے مطابق اس کا روزہ خراب ہو جاتا ہے۔" اھ۔

۲۷) بچے کے لئے کھانے کو چبانا۔

۲۸) بھیگی ہوئی مسواک کو استعمال کرنا۔

بھول، لاعلمی اور زبردستی کی وجہ سے جو مفطرات میں سے کسی مفطر میں پڑ جائے تو یہ اس کے روزے پر کوئی اثر نہیں کرتی

میں کہتا ہوں: بھول کے بارے میں دلیل اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ إِن نَّسِينَآ أَوْ أَخْطَأْنَا ۚ

"اے ہمارے رب! اگر ہم بھول گئے ہوں یا خطا کی ہو تو ہمیں نہ پکڑنا" (البقرۃ ۲۸۶)

مسلم (۱۲۶) نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ انہوں نے کہا: "جب یہ آیت نازل ہوئی: ''تمہارے دلوں میں جو کچھ ہے، اس کو ظاہر کرو یا چھپاؤ، اللہ اس پر تمہارا مؤاخذہ کرے گا۔'' (ابن عباس رضی اللہ عنہما نے) کہا: اس سے صحابہ کے دلوں میں ایک چیز (شدید خوف کی کیفیت کہ احکام الٰہی کے اس تقاضے پر عمل نہ ہو سکے گا) در آئی جو کسی اور بات سے نہیں آئی تھی۔ تب نبی ﷺ نے فرمایا: ''کہو: ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی اور ہم نے تسلیم کیا۔'' ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: اس پر اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں ایمان ڈال دیا اور یہ آیت اتاری: اللہ تعالیٰ کسی نفس پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا۔ اسی کے لیے ہے

جو اس نے کمایا اور اسی پر (وبال) پڑتا ہے (اسی پر برائی کا) جس کا اس نے ارتکاب کیا۔ اے ہمارے رب! اگر ہم بھول جائیں یا چوک جائیں تو ہمارا مؤاخذہ نہ کرنا۔" اللہ نے فرمایا: میں نے ایسا کر دیا۔ "اے ہمارے رب! ہم پر ایسا بوجھ نہ ڈال جیسا کہ تو ان لوگوں پر ڈالا جو ہم سے پہلے تھے۔" فرمایا: میں نے ایسا کر دیا۔ "ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم فرما، تو ہی ہمارا مولیٰ ہے۔" اللہ نے فرمایا: میں نے ایسا کر دیا۔"

بخاری (۱۹۳۳) اور مسلم (۱۱۵۵) نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے نبی ﷺ سے روایت کیا کہ انہوں نے کہا: "جب کوئی بھول گیا اور کچھ کھا پی لیا تو اسے چاہئے کہ اپنا روزہ پورا کرے۔ کیونکہ اس کو اللہ نے کھلایا اور پلایا"۔

اور جہالت عذر ہے اس کی طرف سابقہ آیت اشارہ کرتی ہے اور دلیل یہ بھی ہے جسے بخاری (۱۹۱۷) اور مسلم (۱۰۹۱) نے سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، کہا: "آیت نازل ہوئی "کھاؤ پیو یہاں تک کہ تمہارے لیے سفید دھاری، سیاہ دھاری سے کھل جائے" لیکن «من الفجر» (صبح کی) کے الفاظ نازل نہیں ہوئے تھے۔ اس پر کچھ لوگوں نے ایسا کیا کہ جب روزے کا ارادہ ہوتا تو سیاہ اور سفید دھاگہ لے کر پاؤں میں باندھ لیتے اور جب تک دونوں

دھاگے پوری طرح دکھائی نہ دینے لگتے، کھانا پینا بند نہ کرتے تھے، اس پر اللہ تعالیٰ نے « من الفجر » کے الفاظ نازل فرمائے پھر لوگوں کو معلوم ہوا کہ اس سے مراد رات اور دن ہیں۔"

بخاری (۴۵۰۹) اور مسلم (۱۰۹۰) نے شعبی سے اور انہوں نے عدی سے روایت کیا کہ انہوں نے کہا انہوں نے ایک سفید دھاگا اور ایک سیاہ دھاگا لیا (اور سوتے ہوئے اپنے ساتھ رکھ لیا)۔ جب رات کا کچھ حصہ گزر گیا تو انہوں نے اسے دیکھا، وہ دونوں میں تمیز نہیں ہوئی۔ جب صبح ہوئی تو عرض کیا: یارسول اللہ! میں نے اپنے تکئیے کے نیچے (سفید و سیاہ دھاگے رکھے تھے اور کچھ نہیں ہوا) تو نبی کریم ﷺ نے اس پر بطور مذاق کے فرمایا کہ "پھر تو تمہارا تکیہ بہت لمبا چوڑا ہوگا کہ صبح کا سفید خط اور سیاہ خط اس کے نیچے آگیا تھا"۔

اور وہ حدیث جسے بخاری (۱۹۵۹) نے اسماء بنت ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ انہوں نے کہا: ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں بادل تھا۔ ہم نے جب افطار کر لیا تو سورج نکل آیا۔

میں کہتا ہوں: اور نبی ﷺ نے انہیں روزے کو قضا کرنے کا حکم نہیں دیا۔

اس میں وہ لوگ داخل ہیں جنہوں نے رات سمجھ کر کھالیا اور پھر واضح ہوا کہ صبح ہو چکی ہے یا یہ سمجھتے ہوئے افطار کیا کہ سورج غروب ہو چکا ہے تو اگر سورج غروب نہیں ہوا تھا تو علماء کے اقوال میں سے صحیح قول کے مطابق ہے تو ایسے کا روزہ نہیں ٹوٹتا واللہ اعلم۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے (کتاب الصیام من شرح العمدہ ۱/۴۶۴) میں کہا:
"کیونکہ جہالت بھول جانے سے بھی بڑا عذر ہے چنانچہ بھول جانے والے کو تو (حکم کا) علم تھا جو اسے بعد میں یاد آیا لیکن جاہل کو دراصل علم ہی نہیں تھا تو اگر بھول جانے پر روزہ نہیں ٹوٹتا تو جہالت اس بات کے زیادہ قریب ہے (کہ اس سے بھی روزہ نہیں ٹوٹے گا)۔ یہ اس لئے کہ صوم کسی چیز کو چھوڑنے کے باب میں سے ہے اور جو کوئی بھی ایسے کام کو کرتا ہے جس سے منع کیا گیا ہے اس بات کو نہ جانتے ہوئے کہ اس سے روکا گیا ہے تو وہ سزا کا مستحق نہیں نیز فعل کا ہونا اور نہ ہونا برابر ہے تو بھول جانے والے کی طرح اس کا بھی روزہ نہیں ٹوٹتا۔ اھ"

میں کہتا ہوں: جہاں تک کہ اکراہ (زبردستی) کی بات ہے تو یہ اس سے زیادہ بڑا عذر ہے۔ اکراہ: جبر کیئیے جانے پر کفر کرنے کو کہتے ہیں جب حالت یہ ہو کہ اس کے دل میں ایمان برقرار ہے چنانچہ یہ بات زیادہ لائق ہے کہ ایسا شخص کے لئے کھانا پینا عذر ہو۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: مَن كَفَرَ بِٱللَّهِ مِنۢ بَعْدِ إِيمَٰنِهِۦٓ إِلَّا مَنْ أُكْرِهَ وَقَلْبُهُۥ مُطْمَئِنٌّۢ بِٱلْإِيمَٰنِ وَلَٰكِن مَّن شَرَحَ بِٱلْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ ٱللَّهِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ

"جو شخص اپنے ایمان کے بعد اللہ سے کفر کرے بجز اس کے جس پر جبر کیا جائے اور اس کا دل ایمان پر برقرار ہو، مگر جو لوگ کھلے دل سے کفر کریں تو ان پر اللہ کا غضب ہے اور انہی کے لیے بہت بڑا عذاب ہے" (النحل ۱۰۶)

غیر دائمی عذر کے لئے روزے سے معذور لوگوں کے احکام

۱) مسافر

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: فَمَن كَانَ مِنكُم مَّرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ

"لیکن تم میں سے جو شخص بیمار ہو یا سفر میں ہو تو وہ اور دنوں میں گنتی کو پورا کرلے" (البقرۃ ۱۸۴) اور ان کا فرمان:

وَمَن كَانَ مَرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ ۗ

"ہاں جو بیمار ہو یا مسافر ہو اسے دوسرے دنوں میں یہ گنتی پوری کرنی چاہئے" (البقرۃ ۱۸۵)

روزے دار مسافر کے لئے روزے کو توڑنا جائز ہے: اس لئے کہ بخاری (۴۲۷۷) نے ابن عباس. رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا: "نبی ﷺ رمضان میں حنین کی طرف تشریف لے گئے۔ مسلمانوں میں بعض حضرات تو روزے سے تھے اور بعض نے روزہ نہیں رکھا تھا لیکن جب نبی ﷺ اپنی سواری پر پوری طرح بیٹھ گئے تو آپ نے برتن میں دودھ

یا پانی طلب فرمایا اور اسے اپنی اونٹنی پر یا اپنی ہتھیلی پر رکھا (اور پھر پی لیا) پھر آپ نے لوگوں کو دیکھا تو جن لوگوں نے پہلے سے روزہ نہیں رکھا تھا' انہوں نے روزہ داروں سے کہا کہ اب روزہ توڑ لو۔"

اور مسلم (۱۱۱۴) نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ نبی ﷺ فتح مکہ والے سال رمضان میں مکہ کی طرف نکلے تو آپ ﷺ نے روزہ رکھا جب آپ کراع الغمیم پہنچے تو لوگوں نے بھی روزہ رکھا پھر آپ ﷺ نے پانی کا ایک پیالہ منگوایا پھر اسے بلند کیا یہاں تک کہ لوگوں نے اسے دیکھ لیا پھر آپ نے وہ پی لیا اس کے بعد آپ ﷺ سے عرض کیا گیا کہ کچھ لوگوں نے روزہ رکھا ہوا ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ "وہ نافرمان ہیں وہ نافرمان ہیں"۔

میں کہتا ہوں: اگر وہ اپنے ملک سے سفر شروع کر رہا ہے جس میں وہ مقیم ہے تو صحیح قول کے مطابق اسے سفر کے دن روزہ رکھنے کی ضرورت نہیں۔ اس لئے کہ یہ آیت کے عمومی معنے میں داخل ہے واللہ اعلم۔

اور اگر مسافر کو یہ معلوم ہو گیا کہ وہ اپنے ملک میں دن کے درمیان پہنچ جائے گا تو کیا اس پر اس دن کا روزہ رکھنا واجب ہے؟ یہ علماء کے درمیان اختلافی مسئلہ ہے اور اس کے حق میں زیادہ بہتر ہے کے وہ روزہ رکھے واللہ أعلم۔

ابن ابی شیبہ نے اپنی کتاب ”مصنف“ میں یزید بن شریک التیمی سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا: ”میں شہروں میں حذیفہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا تو میں نے ان سے اپنے لوگوں کے پاس لوٹنے کی اجازت طلب کی تو انہوں نے کہا: میں تمہیں اجازت نہیں دوں گا سوائے تم اس بات کا پکا ارادہ کرو کہ تم روزہ افطار اپنے ملک داخل ہونے کے بعد ہی کروگے۔ کہا: وہ رمضان کا مہینہ تھا، میں نے کہا: اور میں اس بات کا پکا ارادہ کرتا ہوں کہ میں اپنے لوگوں کے پاس پہنچنے سے پہلے نہ افطار کروں گا اور نہ ہی نمازوں کو قصر کروں گا“۔

میں کہتا ہوں: اس اثر کی سند صحیح ہے۔

علامہ ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ نے (الاستذکار ۳/ ۲۷۷) میں فرمایا: ”مالک کو یہ بات پہنچی کہ: جب عمر بن خطاب رضي اللہ عنہ رمضان میں سفر پر ہوتے تھے اور انہیں یہ پتہ رہتا کہ وہ دن کے پہلے حصے میں ہی (اپنے) شہر داخل ہوں گے تو وہ روزے کی حالت میں ہی داخل ہوا کرتے تھے۔

مالک نے کہا: جب کسی بھی مسافر کو اس بات کا علم ہو جائے کہ وہ دن کے پہلے حصے میں ہی اپنے لوگوں کے پاس (ملک) پہنچے والا ہے اور شہر میں گھسنے سے پہلے ہی فجر ہونے والی ہے تو وہ روزے کی حالت میں ہی ملک میں داخل ہو۔

ابو عمر نے کہا: جو مالک نے عمر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے کہا ہے تو وہ علماء کی جماعت کے نزدیک مستحب ہے سوائے یہ کہ ان میں سے بعض نے اس معاملے میں دوسروں سے زیادہ شدت اختیار کی ہے۔ اھ"۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ (شرح العمدہ) کے کتاب الصیام (۱/ ٦۱) میں فرماتے ہیں:

"پہلا پہلو: حضر کی حالت میں روزہ کھولنا دراصل جائز نہیں ہے بلکہ (پورے دن کا) روزہ رکھنا واجب ہے، اور روزہ رات میں نیت کرنے کے بغیر نہیں ہو سکتا اور (قاعدہ یہ ہے کہ) جن (امور) کے بغیر واجب پر عمل نہیں ہو تا وہ بھی واجب ہیں۔ اس لیے کہ روزے مسافر کے ذمے میں ہے جسے پورا کرنا واجب ہے بس اُس کے لیے اس کام کی تاخیر جائز کی گئی ہے کیونکہ وہ مسافر ہے تو اگر اسے یہ بات پتہ چل جائے کہ وہ دن کے حصے میں لوٹنے والا ہے اور پھر بھی وہ روزہ نہ رکھے تو اُس نے بلا سبب روزے کی تاخیر کی ہے اور) اس مس میں (اِس کے اور بچے کے درمیان فرق یوں سمجھ آتی ہے کہ بالغ ہونے سے پہلے بچے پر کچھ بھی فرض نہیں"۔

صحیح قول کے مطابق مسافر کے لیے روزے نہیں رکھنا افضل ہے۔

اللہ تعالی نے فرمایا ہے:

مَن كَانَ مَرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ ۗ يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ

"ہاں جو بیمار ہو یا مسافر ہو اسے دوسرے دنوں یہ گنتی پوری کرنی چاہیے اللہ تعالیٰ کا ارادہ تمہارے ساتھ آسانی کا ہے سختی کا نہیں" (البقرہ ۱۸۵)

(سفر کی حالت میں) روزے نہ رکھنے والا اللہ کے ارادے کے موافق ہے۔

چنانچہ مسلم میں حمزہ بن عمرو اسلمی سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا:

"اے اللہ کے رسول ﷺ! میں سفر میں روزے رکھنے کی طاقت رکھتا ہوں تو کیا مجھ پر کوئی گناہ تو نہیں؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہ اللہ کی طرف سے ایک رخصت ہے تو جس نے اس رخصت پر عمل کیا تو اس نے اچھا کیا اور جس نے روزہ رکھنا پسند کیا تو اس پر کوئی گناہ نہیں۔" (مسلم ۱۱۲۱)

میں کہتا ہوں: جس بات کو آپ ﷺ نے اچھا بتلایا وہ اُس بات سے افضل ہے جس میں گناہ کی نفی کی گئی ہے۔

اور کتنی دوری کا سفر طے کرنے پر روزے چھوڑنا جائز ہوتا ہے؟ صحیح قول کے مطابق یہ لوگوں کے عرف پر مبنی ہے کیونکہ شریعت میں اس کا کوئی حد نہیں پایا جاتا ہے۔

روزے نہیں رکھنے کی صورت میں مسافر پر ان روزوں کو قضاء کرنا مذکورہ دو آیتوں کے تحت واجب ہے۔

۲) مریض

میں کہتا ہوں: مریض کے لیے روزے چھوڑنا جائز ہے بلکہ افضل ہے اور روزے نہ رکھنے پر دوسرے دنوں میں قضاء روزے رکھ کر یہ گنتی پوری کرنا ضروری ہے۔ اس سلسلے سے دلائل کا ذکر مسافر کے احکام میں کیا جا چکا ہے۔ جن بیماریوں میں روزے رکھنا مشکل ہو، یا روزے رکھنے کی وجہ سے بیماری بڑھ جائے یا تندرستی کی تاخیر ہو: ان ہی میں روزے کو چھوڑنا جائز ہے۔

۳) حیض اور نفاس والی عورتیں

میں کہتا ہوں: حیض اور نفاس والی عورتوں پر روزہ حرام ہے اور واجب ہے کہ وہ روزوں کو قضاء کرے۔ اس بات کی دلیل مسلم کی حدیث (۳۳۵) ہے:

معاذہ سے روایت کی، انہوں نے کہا: میں نے عائشہ سے سوال کیا، میں نے کہا: حائضہ عورت کا یہ حال کیوں ہے کہ وہ روزوں کی قضا دیتی ہے نماز کی نہیں؟ انہوں نے فرمایا: کیا تم حروریہ ہو؟ میں نے عرض کی: میں حروریہ نہیں، (صرف) پوچھنا چاہتی ہوں۔ انہوں نے فرمایا: ”ہمیں بھی حیض آتا تھا تو ہمیں روزوں کی قضا دینے کا حکم دیا جاتا تھا، نماز کی قضا کا حکم نہیں دیا جاتا تھا“۔

دن کے حصے میں پاک ہو جانے پر عورت کو اس دن کا روزہ رکھنا ضروری نہیں کیونکہ اس بات میں کوئی دلیل نہیں واللہ اعلم۔

۴) دودھ پلانے والی عورتیں

۵) حامل عورتیں

میں کہتا ہوں: اگر ان دونوں کو اپنے یا اپنے بچے کی کمزوری کا ڈر ہو تو وہ روزہ نہیں رکھیں گی۔ اس کی دلیل انس بن مالک الکعبی رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے جسے احمد (۱۹۰۶۹)، ابو داود (۲۴۰۸)، نسائی (۲۳۱۵، ۲۲۷۴)، ترمذی (۷۱۵) اور ابن ماجہ (۱۶۶۷) نے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ نے مسافر سے روزہ اور آدھی نماز معاف کر دی ہے، حاملہ اور دودھ پلانے والی عورت سے بھی روزہ معاف کر دیا ہے“۔

میں کہتا ہوں: یہ حدیث حسن ہے۔

اس کے ساتھ ساتھ انہیں ہر دن کے بدلے میں ایک مسکین کو کھانا کھلانا ضروری ہے اور ان کے حق میں قضا کی ادائیگی کے مسئلے میں اختلاف ہے اس لئے کہ ابو داود (۲۳۱۷) نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے روایت درج کیا ہے کہ آپ نے وَعَلَى ٱلَّذِينَ يُطِيقُونَهُۥ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِينٍ کے تفسیر میں کہا: ''اس آیت کا حکم حاملہ اور دودھ پلانے والی عورت کے حق میں باقی رکھا گیا ہے''۔

میں کہتا ہوں: یہ اثر صحیح ہے۔

اور طبری نے اپنی تفسیر (۲۷۱۷) میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے لایا ہے کہ انہون نے کہا: ''اگر ماہ رمضان میں حاملہ عورت کو اپنی کمزوری اور دودھ پلانے والی عورت کو اپنے بچے کی کمزوری کا ڈر ہو تو وہ روزہ نہیں رکھیں گی ہر دن کے بدلے میں ایک مسکین کو کھانا کھلائیں گی اور روزہ قضا نہیں کریں گی''۔

میں کہتا ہوں: یہ اثر صحیح ہے۔

میں کہتا ہوں: ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ایک اور قول ہے جسے عبد الرزاق نے اپنی مصنف (۷۵۶۴) میں لایا ہے: ”حاملہ اور دودھ پلانے والی عورت رمضان میں روزے نہیں رکھیں گی بلکہ روزوں کو قضا کریں گی اور اس کے بدلے میں (مسکین کو) کھانا نہیں کھلائیں گی“۔

میں کہتا ہوں: یہ اثر صحیح ہے۔

اور امام دار قطنی نے اپنی سنن (۲۳۸۸) میں اور امام طبری نے اپنی تفسیر (۲۷۶۰) میں ابن عمر رضی اللہ عنہما کا قول نقل کیا ہے کہ ایک حاملہ عورت کے سوال کے جواب میں انہوں نے کہا: ”روزے نہیں رکھو اور ہر دن کے بدلے میں ایک مسکین کو کھانا کھلاؤ روزے قضا کرنے کی ضرورت نہیں“۔

میں کہتا ہوں: یہ اثر صحیح ہے۔

اور عبد الرزاق نے اپنی مصنف (۷۵۶۱) میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت لایا ہے کہ: ”رمضان کے روزے کی وجہ سے اگر حاملہ عورت کو کمزوری (یا نقصان) کا ڈر ہو تب وہ روزے نہیں رکھے بلکہ ہر دن کے بدلے میں کھانا کھلائے اور قضا روزے رکھنا ان پر واجب نہیں“۔

میں کہتا ہوں: یہ اثر صحیح ہے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا قول ان کے قول کے خلاف ہے۔ علامہ ابو الفضل صالح بن الامام احمد نے مسائل الامام احمد (۱۵ / ۳) میں کہا ہے: ”کیا حاملہ اور دودھ پلانے والی عورتوں کو اگر کمزوری کا ڈر ہو تو روزے نہیں رکھیں گی؟ انہوں نے کہا: ”روزے نہیں رکھنے کی صورت میں وہ روزے قضا کریں گی اور کھانا کھلائیں گی اس مسئلے میں میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کی طرف جاتا ہوں“۔ اھ

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الصیام من شرح العمدہ (۲۴۵ / ۱) میں کہا: ”روزے نہ رکھنے کی صورت میں ان پر قضا روزے رکھنا ضروری ہے کیوں کہ امید ہے کہ ان کی صحت واپس آئے گی نیز تندرستی لوٹ آنے پر بیمار اور مسافر کی طرح انہیں بھی قضا روزے رکھنے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ فدیہ بھی دینا ہے جو کہ ہر دن کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلانا ہے“۔ اور ص ۲۴۹ میں کہا: ”اور روزے قضا کرنے کے مسئلے میں ان کا اختلاف ہے اور زیادہ صحیح یہ بات ہے کہ ان پر روزے قضا کرنا واجب ہے۔“ اھ

میں کہتا ہوں: (آیت کے معنے کے اعتبار سے) وجوبِ قضا زیادہ صحیح ہے کیوں کہ ان دونوں کا عذر مسافر اور بیمار کی طرح دائمی نہیں ہے۔

ان آثار سے ظاہر یہی ہوتا ہے کہ ان عورتوں پر فدیہ بھی دینا ضروری ہے خواہ انہیں خود کی کمزوری کا ڈر ہو یا اپنے بچے کا۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ کتاب الصیام من شرح العمدہ ۲۵۲/۱ میں فرماتے ہیں: ”اور جو کہتا ہے کہ اگر اسے اپنی کمزوری کا ڈر ہے تو اس پر فدیہ واجب نہیں تو یہ امام احمد اور سلف کے اقوال کے خلاف ہے“۔ اھ

دائمی عذر کے لئے روزے سے معذور لوگوں کے احکام

۱) بیمار جس کی صحت واپس آنے کی امید نہیں

۲) بوڑھے مرد اور عورتیں جو روزے رکھنے میں انتہائی مشقت محسوس کرتے ہیں (انہیں روزے رکھنے کی طاقت نہیں)

ایسوں پر روزہ رکھنا واجب نہیں ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے کہا:

فَٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ مَا ٱسْتَطَعْتُمْ

"تم سے جہاں تک ہو سکے اللہ سے ڈرتے رہو۔" (التغابن ۱۶) چنانچہ بخاری (۷۲۸۸) اور مسلم (۱۳۳۷) نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے حدیث روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "جب میں تمہیں کسی بات کا حکم دوں تو اسے بجالاؤ جس حد تک تم میں طاقت ہو۔"

اور ہر دن کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلانا ان پر واجب ہے کہ بخاری (۴۵۰۵) نے عطاء کے حوالے سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا وہ یوں قرات کر رہے تھے۔ "وَعَلَى ٱلَّذِينَ يُطَوَّقُونَهُۥ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِينٍ" ابن عباس

رضی اللہ عنہما نے کہا کہ یہ آیت منسوخ نہیں ہے۔ اس سے مراد بہت بوڑھا مرد یا بہت بوڑھی عورت ہے۔ جو روزے کی طاقت نہ رکھتی ہو، انہیں چاہئے کہ ہر دن کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلا دیں۔

نسائی (۲۳۱۷) نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے فرمان: وَعَلَى ٱلَّذِينَ يُطَوَّقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِين کے بارے میں کہا کہ اس آیت میں {يُطَوَّقُونَهُ} سے مراد وہ لوگ ہیں جو انتہائی مشقت محسوس کریں (یعنی انتہائی بوڑھے لوگ جن کی صحت کی امید نہیں) وہ (روزہ رکھنے کے بجائے) ایک مسکین کا کھانا بطور فدیہ دیں۔ اور اس سے اگلے الفاظ {فَمَن تَطَوَّعَ خَيراً فَهُوَ خَيْرٌ لَّهُ} "جو شخص خوشی سے نیکی کرے تو اچھی بات ہے۔" سے مراد ہے کہ جو شخص ایک سے زائد مسکین کا کھانا فدیہ میں دے دے تو یہ بہت اچھا ہے۔ تو (اس معنی کے لحاظ سے) یہ آیت منسوخ نہیں۔ اور (انتہائی مشقت کے باوجود) کوئی شخص روزہ رکھے تو بہتر ہے، لہٰذا روزہ چھوڑنے اور فدیہ دینے کی رخصت صرف اس شخص کو ہے جو (انتہائی بڑھاپے کی وجہ سے) روزہ برداشت نہیں کرسکتا۔ یا وہ مریض جس کی صحت کی کوئی امید نہیں۔

میں کہتا ہوں: اس کی اسناد صحیح ہے۔

عبد الرزاق نے اپنی مصنف (۷۵۷۰) میں معمر بن ثابت البنانی سے روایت کیا کہ ”جب انس بن مالک رضی اللہ عنہ بوڑھے ہوگئے تو روزے نہیں رکھ پاتے تھے چنانچہ وہ روزے نہیں رکھ کر مسکین کو کھانا کھلایا کرتے تھے“۔

میں کہتا ہوں: اس اثر کی سند صحیح ہے۔

جس کا قضا روزہ باقی تھا اور اس کی وفات ہو گئی

جن کے رمضان کے قضا روزے باقی تھے اور وہ مر گئے، اس کی دو صورتیں ہیں:

۱) وہ جو روزے سے معذور تھا حتیٰ کے اسے موت آگئی

اس کے طرف سے نہ کوئی روزے رکھے گا اور نہ ہی کھانا کھلایا جائے گا کیوں کہ وہ موت سے پہلے روزے قضا کرنے کی طاقت نہیں رکھتا تھا۔ ایسا اُن لوگوں کے لئے ہے جن کی بیماری کے بعد صحت مند ہونے کی امید تھی ورنہ اگر وہ ایسی بیماری کا شکار تھا جس کے بعد صحت کی امید نہیں تو اس پر فدیہ واجب ہے اور اگر وہ مسکین کو کھانا کھلانے سے پہلے ہی مر گیا تو اس کے بدلے اس کے اولیاء (قریب کے رشتے دار) اس کی وراثت میں چھوڑے گئے مال سے کھانا کھلائیں گے۔

۲) عذر ختم ہو جانے کی وجہ سے وہ روزے قضا کرنے پر قادر تھا لیکن قضا کرنے سے پہلے وہ مر گیا

ان کے طرف سے ہر دن کے بدلے کھانا کھلایا جائے گا اور یہ حکم ان کے حق میں بوڑھے اور دائمی طور پر بیمار رہنے والوں سے زیادہ قریب ہے جنہیں روزے رکھنے میں انتہائی مشقت محسوس ہوتی ہے۔

اور بخاری (۱۹۵۲) اور مسلم (۱۱۴۷) نے جو عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کہا: "اگر کوئی شخص مر جائے اور اس کے ذمہ روزے واجب ہوں تو اس کا ولی اس کی طرف سے روزے رکھے گا" تو یہ صحیح قول کے مطابق ان کے لئے ہے جنہوں نے روزے رکھنے کا نذر مانا تھا۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ "منہاج السنہ" (۵/۲۲۸) میں فرماتے ہیں: "اور جہاں تک کہ کسی کے بدلے میں اس کے ولی کے روزہ رکھنے کا حکم سنت میں آیا ہے تو وہ ان کے لئے ہے جنہوں نے روزے رکھنے کا نذر مانا تھا جیسے کہ صحابہ، اس حدیث کو روایت کرنے والوں نے سمجھا ہے اور اسی کی طرف حدیث کے الفاظ اشارہ کرتے ہیں: "اگر کوئی شخص مر جائے اور اس کے ذمہ روزے واجب ہوں تو اس کا ولی اس کی طرف سے روزے رکھے گا" اور یہ روزے اس کے ذمے میں تھے اور جہاں تک رمضان کے روزوں کی بات ہے تو اس کے عاجز ہونے کی وجہ سے نہ ہی یہ اس کے ذمے میں ہے اور نہ ہی اس پر واجب ہے"۔

عبد الرزاق نے اپنی مصنف (۷۶۳۰) میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کا اثر لایا ہے جو کہ دراصل ان لوگوں کے بارے میں جو رمضان میں بیمار تھے اور اسی حالت میں ان کی موت ہو گئی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ”اس پر کچھ بھی واجب نہیں لیکن اگر وہ ٹھیک ہو جاتا اور روزے قضا کرنے سے پہلے اس کی موت ہو جاتی تو اس کے طرف سے ہر دن کے بدلے آدھا صاع گیہوں کھلایا جاتا“۔

یہ اثر صحیح سند سے ثابت ہے۔

جو بلا عذر رمضان میں روزے چھوڑے یا توڑے

میں کہتا ہوں: اس مسئلے میں صحیح یہ ہے کہ کوئی دلیل نہ ہونے کی وجہ سے ایسے شخص کے حق میں قضا روزے رکھنا کوئی فائدہ نہیں دے گا اور نبی اکرم ﷺ سے رمضان میں جماع کرنے والے کو روزے قضا کرنے کا حکم دینے والی حدیث ثابت نہیں اور اسی طرح جان بوجھ کر تے کرنے والے کو قضا کرنے کو کہنا بھی ثابت نہیں۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ فرماتے ہیں جیسا کہ "الاختیارات الفقہیہ (ص ۴۶۰)" میں ہے: "روزے ہو یا نماز جان بوجھ کر چھوڑنے والا انہیں قضا نہیں کرے گا اور نہ یہ قضا ہوتی ہیں۔ ایک واقعہ جو حدیث میں آیا ہے کہ آپ ﷺ نے رمضان کے دن میں بیوی سے جماع کرنے والے کو قضا کرنے کو کہا یہ حدیث ضعیف ہے کیوں کہ بخاری اور مسلم نے اسے درج نہیں کیا"۔

علامہ ابن مفلح رحمۃ اللہ علیہ نے "الفروع ۶۵ / ۵" میں کہا: "ہمارے شیخ کے نزدیک: بلا عذر نماز اور روزے قضا نہیں کئے جاتے ہیں بلکہ ان کی قضا صحیح نہیں اور دلائل اس قول کے خلاف نہیں بلکہ موافق ہیں نیز انہوں نے نبی اکرم ﷺ کی حدیث جس میں رمضان کے دن میں جماع کرنے والے کو روزے قضا کرنے کو کہا گیا ہے بخاری اور مسلم کی اس حدیث کو نظر انداز کرنے کی وجہ سے انہوں نے اسے ضعیف قرار دیا ہے"۔

میں کہتا ہوں: علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی قول ہے۔

ساتھ یہ بات بھی غور طلب ہے کہ عمداً روزے توڑنے والے پر بھی دن کے باقی حصے میں کھانا پینا جائز نہیں ہے اس لئے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا ہے:

ثُمَّ أَتِمُّوا ٱلصِّيَامَ إِلَى ٱلَّيْلِ ۚ

"پھر رات تک روزے کو پورا کرو" (البقرہ ۱۸۷)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے "کتاب الصیام من شرح العمدہ ۳۱۰/ ۱" میں فرمایا: "یہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے حج کے بارے میں فرمایا ہے:

وَأَتِمُّوا ٱلْحَجَّ وَٱلْعُمْرَةَ لِلَّهِ ۚ

"حج اور عمرہ کو اللہ کے لئے پورا کرو" (البقرہ:۱۹۶)

اور روزوں کے بارے میں فرمایا:

ثُمَّ أَتِمُّوا ٱلصِّيَامَ إِلَى ٱلَّيْلِ ۚ

"پھر رات تک روزے کو پورا کرو" (البقرہ ۱۸۷)

حج کا ابتدائی وقت مکلف (حاجی) کے عمل سے مقرر ہوتا ہے (یعنی اس کے احرام باندھنے سے) اور اسی طرح روزوں کا ابتدائی اور انتہائی وقت شریعت سے مقرر ہے (رؤیت ھلال)۔ نیز ان دونوں عبادتوں کو عمداً خراب کر کے کوئی ان کے احکام سے نکل نہیں سکتا۔ اگر کوئی حاجی اپنی بیوی کے ساتھ صحبت کر کے احرام سے نکلنا چاہے تو بھی اس کے لئے محظورات حلال نہیں ہوں گی اور اسی طرح رمضان کے دنوں میں کھانے کے بعد بھی اس کے لئے دن کے باقی حصے میں کھانا پینا حلال نہیں ہو گا"۔

میں کہتا ہوں: رمضان کے روزے جان بوجھ کر (بلا عذر) توڑنے والے پر جو بات واجب ہے: وہ ہے اللہ تعالیٰ کے لئے اس عمل سے سچی توبہ کرنا اور اگر احتیاطاً قضا روزہ رکھ لیا جائے تو یہ اچھا ہے۔

کفارہ کے احکام

۱)رمضان میں روزے کی حالت میں جماع کرنے کا کفارہ

اس کا کفارہ ایک غلام آزاد کرنا ہے، جو یہ نہ کر پائے تو وہ دو مہینے لگاتار روزے رکھے گا اور جو اس کی بھی طاقت نہیں رکھتا اسے ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے اور صحیح قول کے مطابق اسے اسی ترتیب پر ادا کرنا ہے۔

اس کی دلیل یہ حدیث ہے جسے بخاری (۱۹۴۶) اور مسلم (۱۱۱۱) نے ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے لایا ہے کہ انہوں نے کہا کہ: ”ہم نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ساتھ بیٹھے تھے کہ ایک شخص آیا اور کہنے لگا۔ میں تباہ ہو گیا، آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اس سے پوچھا: کیوں کیا بات ہوئی؟ کہنے لگا: میں نے (رمضان میں) اپنی عورت سے جماع کر لیا۔ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اس سے پوچھا: کیا تو ایک غلام آزاد کر سکتا ہے، کہنے لگا: مجھ میں یہ قدرت نہیں۔ پھر آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے پوچھا: دو مہینے مسلسل روزے رکھ سکتا ہے، کہنے لگا: نہیں۔ پھر آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے پوچھا: اچھا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا سکتا ہے؟ کہنے لگا: نہیں۔ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم خاموش رہے اتنے میں آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے پاس کھجوروں کا ایک ٹوکرا آ گیا۔ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے دریافت فرمایا: وہ سائل کہاں ہے؟ وہ کہنے لگا: ہاں میں! آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اسے فرمایا: ٹوکرا لے جاؤ اور محتاجوں میں تقسیم کر دو۔ وہ کہنے لگا: میں اسے ان میں

تقسیم کروں جو مجھ سے بڑھ کر محتاج ہوں۔ اللہ کی قسم جس نے آپ ﷺ کو سچائی کے ساتھ مبعوث کیا۔ مدینہ کے دونوں کناروں میں اس سرے سے اس سرے تک کوئی گھر والا ہم سے زیادہ محتاج نہیں۔ یہ سن کر آپ اتنا ہنسے کہ آپ ﷺ کی کچلیاں نظر آنے لگیں اور فرمایا: جا اپنے بیوی بچوں کو ہی کھلا دے“۔

میں کہتا ہوں: صحیح قول کے تحت خاوند کی بات ماننے والی عورت کا بھی حکم اس کے شوہر کی طرح ہے۔ اسی طرح دبر میں جماع کرنے پر یہ حکم زیادہ قریب ہے اور جو بلا عذر روزے کسی اور طریقے سے توڑ دے اور پھر جماع بھی کرے اس پر تو کفارہ زیادہ واجب ہو گا۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ "کتاب الصیام من شرح العمدہ (١/٣١٠)" میں کہتے ہیں: ”کیوں کہ کفارہ تو اس پر اس وقت کی حرمت کو پامال کرنے کے وجہ سے ہی واجب ہوا اور جو کھا کر روزے کو توڑنے کے بعد جماع کرتا ہے یا ایک کے بعد دوسری بار پھر جماع کرتا ہے ایسا شخص اور بھی بری طرح اس کی حرمت کو پامال کرتا ہے اور بڑی جرأت کا مرتکب ہے۔ ہو سکتا ہے کہ ایسے میں کوئی اسے کفارہ سے بچنے کا ایک حیلہ بنا بیٹھے“۔اھ

میں کہتا ہوں: کھانے کے مقدار کے بارے کوئی صحیح حدیث نہیں ہے تو اس صورت میں انسان اوسط درجے کا کھانا کھلائے جیسا وہ اپنے گھر والوں کو کھلاتا ہے۔

۲) جس کے قضا میں بلا عذر اس قدر تاخیر ہو گئی کہ اگلا ماہ رمضان بھی شروع ہو جائے

میں کہتا ہوں: اگر قضا میں (بغیر کسی شرعی عذر کے) اس قدر تاخیر ہو گئی کہ اگلا ماہ رمضان بھی شروع ہو گیا تو اس پر قضا کے ساتھ ساتھ کفارہ دینا بھی واجب ہے۔

قضا کی دلیل تو اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ ۗ

"تو اسے دوسرے دنوں میں اس گنتی کو پوری کرنی ہے" (البقرہ ۱۸۵)

کفارہ کی دلیل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آثار ہیں۔

چنانچہ امام دار قطنی (۲۳۴۲) نے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا: "جس کا رمضان آئے اور اس پر پچھلے رمضان سے روزے باقی ہوں تو وہ ہر دن کے بدلے ایک مسکین کو ایک مد گیہوں بطور فدیہ دے گا"۔

میں کہتا ہوں: اس کی سند صحیح ہے۔

ابن الجعد نے اپنی مسند (۲۳۵) اور بیہقی نے "الکبریٰ (۸۰۰۰)" میں میمون بن مہران کے حوالے سے روایت لایا ہے کہ وہ کہتے ہیں: "ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایسے آدمی کے بارے میں پوچھا گیا جس کے پہلے رمضان کے روزے باقی تھے حتا کہ دوسرا رمضان شروع ہو گیا۔ انہوں نے فرمایا: جو رمضان اسے نصیب ہوئی ہے اس کے روزے رکھ لے اور اس لے بعد وہ پچھلے رمضان کے باقی روزوں کو رکھے گا اور ہر دن کے بدلے ایک مسکین کو نصف صاع (ڈیر کیلو) کھانا کھلائے گا"۔

میں کہتا ہوں: اس کی سند بھی صحیح ہے۔

اور عبد الرزاق نے اپنی مصنف (۷۶۲۰) میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے روایت لایا ہے کہ وہ کہتے ہیں: "جو رمضان میں بیمار تھا اور پھر صحت مند ہو جانے کے بعد بھی روزے قضا نہیں کیا یہاں تک کے دوسرا رمضان شروع ہو جائے وہ اس رمضان کے روزے رکھے گا اور پھر پہلے والے رمضان کے قضا روزے رکھے گا اور ساتھ ہی ساتھ ہر دن کے بدلے ایک مسکین کو نصف صاع گیہوں کھلائے گا"۔

میں کہتا ہوں: یہ اثر بھی سنداً صحیح ہے۔

عبد الرزاق نے مصنف (۷۶۲۱) میں ابن جریج کے حوالے سے روایت کیا ہے کہ مجھے عطا نے بتایا کے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ: "اگر کوئی رمضان میں بیماری کے وجہ سے روزہ نہ رکھ پائے اور ٹھیک ہونے کہ بعد بھی وہ قضا نہیں کرے اور پھر دوسرا رمضان شروع ہو جانے پر وہ اس رمضان کے روزے رکھے اور اس کے بعد پچھلے رمضان کے قضا روزے رکھے۔ ساتھ ہی ساتھ ہر دن کے بدلے ایک مسکین کو کھانا بھی کھلائے"۔

میں کہتا ہوں: اس کی اسناد بھی صحیح ہے۔

بیہقی نے اپنی کتاب "الکبریٰ (۸۰۰۱)" میں ابو ہریرہ کے حوالے سے لایا ہے کہ "اس رمضان کے روزے رکھ لے اور پچھلے رمضان کے قضا روزے رکھے" اور کہا: "اور ہر دن کے بدلے ایک مسکین کو ایک مد گیہوں کھانا کھلائے"۔

میں کہتا ہوں: اس کی سند حسن ہے۔

علامہ طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے (جیسا کہ جساس کے مختصر اختلاف العلماء ۲۵۴ / ۱ میں ہے): "ابن ابی عمران ہمیں سنایا کرتے تھے کہ انہوں نے یحییٰ بن اکثم کو کہتے ہوئے سنا: میں نے پایا کہ یہ قول؛ یعنی کھانا کھلانا واجب ہے، چھ صحابیوں کا ہے اور صحابہ کرام میں سے کسی ایک سے بھی اس کے خلاف قول نہ پایا"۔ اھ

لیکن جو کسی عذر کی وجہ سے قضا میں تاخیر کرتا ہے اس پر صرف قضا کرنا واجب ہے۔

افطار کے بعض مسائل

۱) افطار میں جلدی کرنا مستحب ہے

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

ثُمَّ أَتِمُّوا ٱلصِّيَامَ إِلَى ٱلَّيْلِ ۚ

"پھر رات تک روزے کو پورا کرو" (البقرہ ۱۸۷)

اور بخاری (۱۹۵۷) اور مسلم (۱۰۹۸) نے سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کے حوالے سے روایت کیا ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: "میری امت کے لوگوں میں اس وقت تک خیر باقی رہے گی، جب تک وہ افطار میں جلدی کرتے رہیں گے"۔

اور احمد (۹۸۰۹)، ابو داود (۲۳۵۳) اور ابن ماجہ (۱۶۹۸) نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "دین برابر غالب رہے گا جب تک کہ لوگ افطار میں جلدی کرتے رہیں گے، کیونکہ یہود و نصاریٰ اس میں تاخیر کرتے ہیں"۔

میں کہتا ہوں: یہ حدیث حسن ہے۔

۲) جو میسر ہو اس سے روزہ افطار کریں

بخاری (۱۹۴۱) اور مسلم (۱۱۰۱) نے ابن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ "ہم اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ سفر میں تھے کہ انہوں نے کسی سے کہا: اتر کر میرے لئے ستو گھولو! انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ابھی تو سورج باقی ہے- آپ ﷺ نے پھر فرمایا کہ اتر کر ستو گھولو، اب کی مرتبہ بھی انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ! ابھی سورج باقی ہے لیکن آپ ﷺ کا حکم اب بھی یہی تھا کہ اتر کر میرے لیے ستو گھولو، پھر آپ ﷺ نے ایک طرف اشارہ کر کے فرمایا جب تم دیکھو کہ رات یہاں سے شروع ہو چکی ہے تو روزہ دار کے افطار کا وقت ہو چکا"۔

علامہ نووی 'شرح مسلم ۷/۲۰۸' میں فرماتے ہیں: "آپ ﷺ کا کہنا: (انزل فاجدح لنا؛ فنزل فجدح) اس لفظ، جس میں جیم کے بعد حاء ہے، سے مراد کسی چیز کو دوسرے میں ملانا ہے اور یہاں اس حدیث میں اس سے مراد ستو کو پانی میں ملانا ہے حتا کہ وہ پوری طرح پانی میں گھل جائے اور 'المجدح' میم کے نیچے زیر کے ساتھ اُس لکڑی کو کہتے ہیں جس کی ایک طرف دو چھوٹی لکڑیاں (گھوٹنی) ہوا کرتی ہیں جس سے پانی یا شربت گھولا جاتا ہے اور کبھی کبھی دو کے بجائے تین چھوٹی لکڑیاں بھی ہوتی ہیں"۔ اھ

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے 'فتح الباری ۳۱۲/۱' میں ستو کے بارے میں کہا: ”داودی نے کہا کہ یہ بارلی کا آٹا یا بھونے ہوئے بارلی وغیرہ کو کہتے ہیں اور یہ گیہوں کا ہوتا ہے“۔

ابو یعلیٰ نے اپنی مسند (۳۷۹۲) میں، بزار نے اپنی مسند (۷۱۲۷) میں، ابن خزیمہ نے اپنے صحیح (۲۰۶۳) میں، اور حاکم نے مستدرک (۱۵۷۷) میں، ابن حبان نے اپنی صحیح (۳۵۰۴، ۳۵۰۵) میں، بیہقی نے الکبریٰ (۷۹۲۱) اور الشعب (۳۶۱۶) میں، ابن الاعرابی نے اپنے معجم (۲۱۷۵) میں، عقیلی نے الضعفاء (۱۶۷۸) میں، فریابی نے الصیام (۶۹) میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ”میں نے نبی کریم ﷺ کو مغرب کی نماز پڑھتے ہوئے نہیں پایا سوائے روزہ افطار کرنے کے بعد چاہے وہ پانی سے ہی کیوں نہ ہو“۔

میں کہتا ہوں: اس کی اسناد صحیح ہے۔

تنبیہ: کھجوروں سے افطار کرنے کے بارے میں کوئی صحیح حدیث میرے علم میں نہیں۔

سحری کے مسائل

١) سحری کھانا مستحب ہے

بخاری (١٩٢٣) اور مسلم (١٠٩٥) نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے جو حدیث روایت کیا ہے اس میں اس کی دلیل ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "سحری کھاؤ کہ سحری میں برکت ہوتی ہے"۔

اور نسائی (٢١٦٤) نے مقدام بن معد یکرب سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "سحری کا کھانا کھایا کرو کیونکہ یہ بابرکت کھانا ہے۔"

میں کہتا ہوں: اس کی اسناد حسن ہے۔

٢) سحری میں تاخیر مستحب ہے

حدیث جسے بخاری (٥٧٦) اور مسلم (١٠٩٧) نے قتادہ کے حوالے سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے سحری کھائی، پھر جب وہ سحری کھا کر فارغ ہوئے تو نماز کے لیے اٹھے اور نماز پڑھی۔ ہم نے انس رضی اللہ عنہ

سے پوچھا کہ آپ کی سحری سے فراغت اور نماز کی ابتداء میں کتنا فاصلہ تھا؟ انہوں نے فرمایا اتنا کہ ایک شخص پچاس آیتیں پڑھ سکے"۔

حافظ ابن رجب 'فتح الباری ۲۲۰/۳' میں فرماتے ہیں کہ "اکثر و بیشتر روایات اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہیں کہ سحری اور نماز کے درمیان اتنا ہی وقت ہوا کرتا تھا"۔ اھ

بخاری (۱۹۲۱) نے قتادہ کے حوالے سے انس اور زید بن ثابت سے روایت کیا ہے کہ "نبی کریم ﷺ کے ساتھ ہم نے سحری کھائی، پھر آپ ﷺ صبح کی نماز کے لیے کھڑے ہوئے۔ میں نے پوچھا کہ سحری اور اذان میں کتنا فاصلہ ہوتا تھا تو انہوں نے کہا کہ پچاس آیتیں (پڑھنے) کے موافق فاصلہ ہوتا تھا"۔

۳) جو میسر ہو اس سے سحری کرنا

احمد (۱۱۱۰۱) نے ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: "سحری کا کھانا بابرکت ہے، اس لیے اس کو نہ چھوڑا کرو، خواہ پانی کا ایک گھونٹ ہی پی لیا کرو، بے شک اللہ تعالیٰ اور فرشتے سحری کھانے والوں پر رحمت کرتے ہیں"۔ (یعنی اللہ تعالیٰ رحمت بھیجتا ہے اور فرشتے رحمت کے نزول کی دعا کرتے ہیں)

میں کہتا ہوں: یہ حدیث شواہد کے ذریعے حسن ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ 'شرح العمدہ ۱/۵۲۱' میں فرماتے ہیں: ''ہمارے بعض لوگوں نے کہا: کچھ بھی کھانے یا پینے سے سحری کی فضیلت حاصل ہو جاتی ہے کیوں کہ آپ ﷺ نے فرمایا 'خواہ پانی کا ایک گھونٹ ہی پی لیا کرو' اور اسی طرح کھانا بھی چاہے تھوڑا سا ہی کیوں نہ ہو (سحری کا ثواب حاصل ہو جاتا ہے)۔ یہ سنت ہے''۔

چنانچہ ابو داود (۲۳۴۷) نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے کہا: ''کھجور مومن کی کتنی اچھی سحری ہے''۔ یہ حدیث حسن ہے۔

روزوں میں وصال پر حکم

۱) نبی ﷺ کے علاوہ دوسروں کے حق میں وصال کے روزے مکروہ ہیں

بخاری (۱۹۶۵) اور مسلم (۱۱۰۳) نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مسلسل (کئی دن تک سحری و افطاری کے بغیر) روزہ رکھنے سے منع فرمایا تھا۔ اس پر مسلمانوں میں سے ایک آدمی نے عرض کی، یا رسول اللہ ﷺ آپ تو وصال کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "میری طرح تم میں سے کون ہے؟ مجھے تورات میں میرا رب کھلاتا ہے، اور وہی مجھے سیراب کرتا ہے"۔ لوگ اس پر بھی جب صوم وصال رکھنے سے نہ رکے تو آپ ﷺ نے ان کے ساتھ دو دن تک وصال کیا۔ پھر عید کا چاند نکل آیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر چاند نہ دکھائی دیتا تو میں اور کئی دن وصال کرتا، گویا جب صوم وصال سے وہ لوگ نہ رکے تو آپ نے ان کو سزا دینے کے لیے یہ کہا۔

بخاری (۱۹۶۴) اور مسلم (۱۱۰۵) نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے وصال روزہ سے منع کیا تھا۔ امت پر رحمت و شفقت کے خیال سے، صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ آپ ﷺ تو وصال کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا، "میں تمہاری طرح نہیں ہوں مجھے میرا رب کھلاتا اور پلاتا ہے"۔

بخاری (۷۲۴۱) اور مسلم (۱۱۰۴) نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے رمضان کے آخری دنوں میں صوم وصال رکھا تو بعض صحابہ نے بھی صوم وصال رکھا۔ نبی کریم ﷺ کو اس کی اطلاع ملی تو آپ ﷺ نے فرمایا: "اگر اس مہینے کے دن اور بڑھ جاتے تو میں اتنے دن مسلسل وصال کرتا کہ ہوس کرنے والے اپنی ہوس چھوڑ دیتے، میں تم لوگوں جیسا نہیں ہوں۔ میں اس طرح دن گزارتا ہوں کہ میرا رب مجھے کھلاتا پلاتا ہے"۔

اسی طرح بخاری (۱۹۶۲) اور مسلم (۱۱۰۲) نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ نبی اکرم ﷺ نے صوم وصال سے منع فرمایا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ آپ تو وصال کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں تمہاری طرح نہیں ہوں، مجھے تو کھلایا اور پلایا جاتا ہے۔

۲) سحری تک وصال جائز ہے

اس لئے کہ بخاری (۱۹۶۳) نے ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے نبی ﷺ کو کہتے ہوئے سنا: "وصال روزے نہ رکھو، ہاں اگر کوئی ایسا کرنا ہی چاہے تو وہ سحری کے وقت تک ایسا کر سکتا ہے"۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ تو ایسا کرتے

ہیں۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: ”میں تمہاری طرح نہیں ہوں۔ میں تو رات اس طرح گزارتا ہوں کہ ایک کھلانے والا مجھے کھلاتا ہے اور ایک پلانے والا مجھے پلاتا ہے“۔

--*-*